

بیادگار حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ
خواتین کا ترجمان
لکھنؤ

جلد نمبر ۶۱

شمارہ نمبر ۱۰

اکتوبر ۲۰۱۷ء

سالانہ زر تعاون

برائے ہندوستان : ۲۰۰ روپے
غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۳۵ امریکی ڈالر
نی شمارہ : ۲۰ روپے
لائف ٹائم خریداری : ۸۰۰۰ روپے

نوٹ

خدا کا حکم کرتے وقت اپنا خریداری بہرہ و عمل سب سے مشورہ لیں تاکہ
خریداری کے نتیجے میں ہونے والے نقصان کی پرکھائی ہوگی، اللہ تعالیٰ کے فضل سے
خریداری کے نتیجے میں ہونے والے نقصان کو فراموش فرمائیں۔ (نمبر)

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

مجلس ادارت

عائشہ حسنی

میونہ حسنی

محمود حسن حسنی

جعفر مسعود حسنی

ذراعت RIZWAN MONTHLY لکھنؤ

زر تعاون اور خط و کتابت کا پتہ

Rizwan (Monthly)

172/54, Mohammad Ali Lane

Gwynne Road Lucknow

Pin:226018- Mobile: 9415911511

ماہنامہ رضوان

۱۷۲/۵۴، محمد علی لین گون روڈ لکھنؤ

پن کوڈ: ۲۲۶۰۱۸- موبائل: ۹۴۱۵۹۱۱۵۱۱

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کے لیے نظامی آڈیٹ پرپس میں چھپا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

E-Mail : azizpaitepuri@gmail.com

کہدنگ : ناشر کپیڈر، لکھنؤ فون: 9792913331



فہرست مضامین



- اپنی بہنوں سے مدیر ۵
- حدیث کی روشنی میں ائمۃ اللہ تسنیم ۶
- پیغمبر اسلام کی حیات طیبہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ۸
- دنیا اور آخرت کے بارے میں ہمارا رویہ؟ مولانا محمد منظور نعمانی ۱۳
- اصلاحِ نفس کیلئے مجاہدہ کی ضرورت شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خاں ۱۷
- حقوق العباد مولانا رضوان اللہ پشوری ۱۹
- رزق کی قدردانی مولانا رفیع الدین حنیف قاسمی ۲۲
- اصلاح امت کے چھ قرآنی اصول مفتی رفیق احمد بالا کوٹی ۲۳
- خیر امت کے بدترین حالات امداد الحق بختیار قاسمی ۲۷
- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ طالب الہاشمی ۳۰
- اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سنہرے واقعات عبدالملک مجاہد ۳۳
- سوال و جواب مفتی راشد حسین ندوی ۳۶
- راہ حق کے متلاشی ایک کیتھولک پادری کا سفر حیات عائشہ عمیر ۳۷
- آخری صفحہ مولانا قمر الزماں ندوی ۴۱



اپنی بہنوں سے

سرور کائنات حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت عین ایمان ہے، اس سے کسی بھی صاحب ایمان کو اختلاف نہیں، خود حضور اقدس فداہ ابی وامی کا ارشاد گرامی ہے:-

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولده والناس اجمعین۔ تم میں کسی کا بھی اس وقت تک ایمان کامل نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کو والد اور بیٹے اور سارے ہی لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ اس محبت و تعلق کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس طرح اپنے اندر پیدا کیا۔ ان کے واقعات کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ ہر صحابی مرد اور ہر صحابی خاتون آپ کی محبت و تعلق سے سرشار تھیں۔ آپ کے آگے محبوب سے محبوب شخص اور آپ کی چیز کے آگے محبوب سے محبوب چیز سبھی پھر صحابہ کرام کے بعد امت اسلامیہ کے سارے افراد نے اس تعلق کو قائم کر رکھا۔ اور آپ پر قربان ہونے اور محبوب چیزوں کو بچھا اور کرنے کے لئے ہر زمانے میں مسلمان ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے اور آج بھی آپ کی محبت ہماری قیمتی متاع اور قابل صد فخر سرمایہ ہے۔ اس گئے گزرے اور فتنوں سے بھرے غیر دینی ماحول میں گنہگار مسلمان بھی وقت آنے پر اپنے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہونے کو تیار ہے لیکن صرف محبت اور وقت آنے پر قربانی کافی نہیں ہے محبت وہ ہے کہ محبوب کی ہر چیز محبوب ہو۔ اس کی ہر ادا واجب الاحترام ہو۔ اس کا ہر فعل اور ہر قول دوجان سے زیادہ عزیز ہو۔ یہی محبت کا تقاضا ہے اور یہی محبت کا ماحصل ہے۔ سب سے بڑی محبت یہ ہے کہ آپ کی اطاعت کی جائے اور آپ نے جن کاموں سے روکا ہے اس سے رکا جائے۔ صورت میں، سیرت میں، اخلاق میں، طرز زندگی میں معاشرت میں، عبادت میں غرض کہ ہر قول و فعل میں آپ کے ارشاد پر عمل کیا جائے اور آپ کی مشابہت اختیار کی جائے بس یہی محبت ہے اور اسی پر جنت کی بشارت ملی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

میری امت کے سب لوگ جنت میں جائیں گے مگر وہ جنت سے محروم رہیں گے جنہوں نے انکار کیا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکار کون کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا جس نے نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔

ذوق رکھ سنت گرامی سے
ہے شرف آپ کی غلامی سے
جو کوئی پیر و رسول نہیں
لاکھ طاعت کرے قبول نہیں

اذان کی فضیلت

جب تم اذان سنو تو وہی کلمات پڑھو جو مؤذن کہتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اذان سن کر یہ کلمات کہے گا:

اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ الْقَائِمَةُ،
وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ، آتِ مُحَمَّدًا
الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا
مُحَمَّدُ ابْنِ الْاِذْنِي وَعَدَّتْهُ.

ترجمہ: اے اللہ اس پوری پکار اور قائم ہونے والی نماز کے مالک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور بزرگی عطا فرما اور ان کو مقام محمود میں پہنچا جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے۔

(وعدہ یہ ہے۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً۔) (ترجمہ: شاید تم کو تمہارا رب مقام محمود عطا فرمائے۔)

تو قیامت کے دن اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (بخاری)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اذان سن کر یہ کلمات کہے:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ
لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
وَأَنَّ مُحَمَّدًا بِاللَّهِ رَبِّا وَبِمُحَمَّدٍ
رَسُولًا وَيَا أَيُّهَا السَّلَامُ دِينَنَا.

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے لئے شریک کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، کوئی اس کا سا جی نہیں، اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ اور رسول ہیں میں

آ موجود ہوتا ہے اور نمازی کے دل میں خطرے ڈال کر بھولی بسری باتیں یاد دلاتا ہے، یہاں تک کہ نمازی کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ کتنی رکعتیں پڑھیں۔ (بخاری۔ مسلم)

اذان کا جواب

حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اذان سنو تو تم بھی وہی الفاظ کہو جو مؤذن کہتا ہے، پھر مجھ پر درود پڑھو، جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ طلب کرو، وسیلہ جنت کا ایک درجہ ہے، وہ صرف ایک بندہ لئے ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ ایک بندہ میں ہوں۔ تو جس شخص نے میرے لئے وسیلہ طلب کیا تو اس کو میری شفاعت نصیب ہوگی۔ (مسلم)

اذان کی دُعا

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مؤذن کے گواہ

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی مصعب سے روایت ہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان سے (یعنی مجھ سے) کہا کہ تم کو بکریاں اور جنگل بہت عزیز ہے تو جب تم اپنی بکریوں میں مشغول ہو یا جنگل میں، تو نماز کے لئے اذان کہو، اور اذان بلند آواز سے کہو، اس لئے کہ مؤذن کی آواز، جن و انسان جو نہیں گے تو قیامت کے دن اس کی گواہی دیں گے۔ حضرت ابوسعید خدری نے کہا کہ میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ (بخاری)

شیطان کا اذان سے بیر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اذان دی جاتی ہے تو شیطان بڑھ پھیر کر بھاگتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سنے۔ جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو پھر آ جاتا ہے اور جب اقامت شروع ہوتی ہے تو پھر بھاگتا ہے اور اقامت پوری ہونے پر پھر

راضی ہوں اللہ پر اپنا رب سمجھ کر اور محمد پر اپنا رسول سمجھ کر اور اسلام کو اپنا دین سمجھ کر۔
تو اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (مسلم)

نماز کی فضیلت

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ. (مکتوبات: ج- ۵)

ہجگانہ نماز کی مثال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھلا یہ تو تباہی اگر کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ روزانہ پانچ مرتبہ اس میں غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر میل پچھل باقی رہے گا، لوگوں نے عرض کیا بالکل نہیں، آپ نے فرمایا یہی مثال ہجگانہ نماز کی ہے کہ اس کے ذریعہ سے تمام خطائیں مٹ جاتی ہیں۔ (بخاری- مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہجگانہ نماز کی مثال جاری ہونے والی نہر کی سی ہے کہ کسی کے دروازے پر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ (مسلم)

نماز کفارہ ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس کی خبر کی، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت شریفہ نازل فرمائی۔

أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ... يَذْهَبْنَ السَّيِّئَاتِ. الخ

ترجمہ: دن کے دونوں طرفوں اور رات کی کچھ ساعتوں میں نماز قائم کرو کہ نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں۔

اس شخص نے عرض کیا کہ یہ صرف میرے لئے ہے۔ آپ نے فرمایا یہ میری پوری امت کے لئے ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ وقت کی نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ان کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے جب کہ کبائر نہ کئے جائیں۔ (یعنی کبائر گناہ سے بچا رہے، تو یہ صغائر گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے۔) (مسلم)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرض نماز کا وقت آئے اور کوئی شخص اچھی طرح وضو کرے پھر خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھے، رکوع اور سجدہ اچھی طرح کرے تو یہ نماز اس کے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہ سے بچا رہے اور یہ ہمیشہ کے لئے ہوگا۔ (مسلم)

صبح اور عصر کی نماز

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دو ٹھنڈی نمازیں پڑھے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (یعنی صبح اور عصر کی نماز)۔ (بخاری- مسلم)

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ بن زویبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح اور عصر کی نماز پڑھے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (یعنی صبح اور عصر کی نماز)۔ (بخاری- مسلم)

و سلم نے فرمایا جو شخص طلوع اور غروب آفتاب سے پہلے نماز پڑھے گا وہ روزِ دوزخ میں نہ جائے گا۔ (یعنی فجر اور عصر)۔ (مسلم)

صبح کی نماز پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کی ضمانت میں ہے

حضرت جناب رضی اللہ عنہ بن سفیان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کی نماز پڑھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور اس کی حفاظت میں ہو جاتا ہے، تو اے آدم کے بیٹے دیکھ کہ میں تجھ سے اللہ تعالیٰ اپنی ضمانت و حفاظت کے متعلق باز پرس نہ کرے۔ (مسلم)

فرشتوں کی گواہی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ فرشتے رات کو اور کچھ دن کو ایک دوسرے کے بعد اترتے ہیں۔ (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں وقت فرشتے اترتے ہیں اور دونوں وقت کا حال اللہ کے حضور پیش کرتے ہیں)۔ اور فجر و عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں، پھر جب رات کے فرشتے آسمان پر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے ارشاد فرماتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا۔ حالانکہ وہ خوب واقف ہے۔ (یعنی اس کو پوچھنے کی حاجت نہیں وہ خوب جانتا ہے مگر وہ صرف بندوں کا مرتبہ بلند کرنے کے لئے پوچھتا ہے)۔

فرشتے عرض کرتے ہیں کہ جب ہم گئے تو ان کو نماز پڑھتے پایا اور آئے تو وہ نماز ہی پڑھ رہے تھے۔ (بخاری- مسلم)

پیغمبر اسلام کی حیات طیبہ

نے ہنسی خوشی قبول کر لیا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۴۰ سال کی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کا کلام اترنا شروع ہوا، اس اچانک پیش آنے والے واقعہ سے آپ گھبرا گئے، آپ فوراً اپنی بیوی حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے اور اپنی گھبراہٹ کا اظہار کیا، اس وقت آپ کی بیوی نے..... اور ظاہر ہے کہ بیوی سب سے زیادہ شوہر کے حال سے باخبر ہوتی ہے۔ کہا: خدا کی قسم! اللہ ہرگز آپ کو رسوا نہیں کرے گا، کیونکہ آپ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں، لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کا خیال کرتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور کسی اچھے کام کی وجہ سے انسان مصیبت میں پڑ جائے تو اس کی مدد کرتے ہیں۔ (بخاری، حدیث نمبر: ۳۰)

پھر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ آپ اپنے پیغمبر ہونے کا اعلان فرمائیں تو مکہ کے قدیم طریقے کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا کی پہاڑی سے آواز لگائی، لوگ جمع ہو گئے، آپ نے

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۵۷۰ء میں پیدا ہوئے، ان کی پیدائش سے پہلے ہی ان کے والد کا انتقال ہو چکا تھا، ۶ سال تک اپنی والدہ اور ان کی وفات کے بعد نوے سال تک دادا کی پرورش میں رہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا نے نہایت محبت کے ساتھ آپ کی پرورش کی، اس تیبی کی زندگی نے آپ کے اندر تیبیوں اور کمزوروں کے بارے میں محبت اور رحمہلی کے بے پناہ جذبات پیدا کر دیئے، آپ کی سچائی اور امانت داری کا اتنا شہرہ تھا کہ لوگ آپ کو صادق (سچا) اور امین (امانتدار) کہہ کر پکارتے تھے، آپ کے اندر فطری طور پر بڑی حکمت و فراست بھی پائی جاتی تھی، نبی بنائے جانے سے پہلے کعبہ اللہ کی ٹوٹی ہوئی عمارت کو دوبارہ تعمیر کرنے کے مرحلہ میں مختلف قبیلوں کے درمیان سخت اختلاف پیدا ہو گیا اور اندیشہ پیدا ہو گیا کہ ایسی لڑائی چمڑ جائے گی کہ خون کی ندیاں بہنے لگیں گی، لیکن سب لوگوں نے آپ کا حکم مان لیا اور آپ نے ایسا خوبصورت فیصلہ کیا کہ سارے لوگوں

اپنی بات پیش کرنے سے پہلے لوگوں کے سامنے اپنی ذات کو پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہارے درمیان ۴۰ سال گزارے ہیں، تم نے مجھے سچا پایا یا جھوٹا؟ تمام لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا: سچا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ تم نے مجھے امانت دار پایا یا خیانت کرنے والا؟ تمام لوگوں کی زبان پر تھا، امانت دار، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید پوچھا: اگر میں کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے ایک فوج کھڑی ہے جو تم پر حملہ کرنے والی ہے تو کیا تم اس کا یقین کرو گے؟ لوگوں نے کہا: بظاہر ایسے حالات نہیں ہیں کہ کوئی گروہ ہم پر حملہ کرے، لیکن ہم نے بھی آپ کو جھوٹ بولتے ہوئے یا بددیانتی کرتے ہوئے نہیں دیکھا، اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ آپ کہیں اور ہم اس کا یقین نہ کریں، اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ کا بندہ اور اس کا پیغمبر ہوں۔“ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے کس اعلیٰ معیار پر تھے، کہ جن لوگوں کے درمیان آپ نے بچپن سے لے کر جوانی تک کا پورا وقت گزارا، ان سے آپ کو اپنے بارے میں دریافت کرنے میں کوئی ڈر نہیں ہوا، اسی لئے جن لوگوں نے آپ کی دعوت کو قبول نہیں کیا، وہ بھی اس بات

کی ہمت نہیں کر سکے کہ آپ کے اخلاق و کردار پر انگلی اٹھائیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا سب سے اہم پہلو رحمہ جلی اور امن و صلح اختیار کرنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ اس پر رحم نہیں کرتا، (بخاری، کتاب التوحید و حدیث نمبر: ۷۳۰۷) ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا: رحم کرنے والوں ہی پر خدائے مہربان بھی رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو تو آسمان والا تم پر رحم کرے گا، (ترمذی، حدیث نمبر: ۱۹۲۳) جو لوگ کمزور اور بے سہارا ہونے کی وجہ سے خصوصی مدد کے مستحق ہوتے ہیں، ان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی طور پر اچھے سلوک کا حکم دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یتیم کی محبت کے ساتھ پرورش کرے، وہ جنت میں میرے بہت قریب رہے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: جیسے یہ دو انگلیاں، (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۱۵۵۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوڑھوں کی توقیر اور بچوں کے ساتھ شفقت کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جو ایسا نہ کرے، وہ ہمارا آدی نہیں۔ (ترمذی، حدیث نمبر: ۱۹۱۹) عورتوں کے ساتھ خاص طور پر اچھے سلوک کی تلقین کی۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمزوروں اور پریشان حال لوگوں کی مدد کی اہمیت کو بتاتے ہوئے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بعض لوگوں سے پوچھیں گے: میں بیمار تھا، تم نے عیادت نہیں کی، میں بھوکا تھا، تم نے کھانا نہیں کھلایا، میرے کپڑے نہیں تھے، تم نے مجھے لباس نہیں پہنایا، بندہ پوچھے گا۔ اے اللہ! کیا آپ بیمار پڑ سکتے ہیں اور میں آپ کی عیادت کر سکتا ہوں؟ کیا میں آپ کو کھانا کھلا سکتا ہوں؟ کیا میں آپ کو کپڑے پہنا سکتا ہوں؟ ت اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اگر تو فلاں بیمار کے پاس پہنچتا تو مجھے وہاں موجود پاتے، اگر تو فلاں بھوکے کے پاس پہنچتا تو مجھے وہاں موجود پاتا، اگر تو فلاں ننگے کے پاس جاتا تو مجھے وہاں موجود پاتا۔ (مسلم، حدیث نمبر: ۲۵۶۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمہ جلی کا حال یہ تھا کہ مکہ میں ۱۳ سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ پر ایمان لانے والوں نے نہایت تکلیف میں گزارے، مسلمانوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں، بعضوں کو ریت پر گھسیٹا گیا، بعضوں کو آگ کے انگارے پر لٹایا گیا، بعض مردوں اور عورتوں کو قتل کر دیا گیا، خود آپ کے گھر کی دہلیز پر کانٹے ڈالے جاتے، گھر کے اندر کچرا پھینک دیا جاتا، گلے میں اونٹ کی اوجھ کا پھندا ڈال کر مارنے کی

کوشش کی گئی، قتل کا منصوبہ بنایا گیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پورے عرصہ میں نہ کبھی ہاتھ اٹھایا نہ اپنے ساتھیوں کو اس کی اجازت دی، پھر آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ خالی ہاتھ مدینہ چلے گئے، مدینہ کے زیادہ تر لوگوں نے آپ کی دعوت قبول کر لی اور آپ کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا، آپ چاہتے تھے کہ اب یکسوئی کے ساتھ لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچایا جائے، لیکن اہل مکہ کو یہ بھی گوارا نہیں ہوا، انہوں نے مسلمانوں کی اس چھوٹی سی بستی پر اگلے ہی سال حملہ کر دیا اور بدر کے میدان میں جو مدینہ سے ۸۰ میل پر واقع ہے، جنگ کی نوبت آگئی، اللہ کی ایسی مدد ہوئی کہ دشمنوں کے بڑے بڑے ستر سردار مارے گئے اور ستر قید ہوئے، آپ نے قیدیوں کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا، یہاں تک کہ رہا کرتے ہوئے انہیں نئے جوڑے پہنا کر رخصت کیا، اگلے ہی سال دوبارہ مکہ والوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور یہ لڑائی بالکل مدینہ کی سرحد پر لڑی گئی، بہت سے مسلمان شہید ہوئے، لیکن اس حال میں بھی آپ حملہ کرنے والوں کے بعد لئے دُعا ہی کرتے رہے، دو سال کے بعد پھر اہل مکہ نے مختلف قبیلوں کو اپنا اتحادی بنا کر مسلمانوں پر حملہ کیا، یہ اتنی بڑی اور جنگی وسائل سے مالا مال فوج تھی کہ مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بچ جاتی، آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے ایسی جنگی حکمت عملی اختیار کی کہ بلاآخر دشمنوں کو واپس ہو جانا پڑا۔

یہ واقعہ مدینہ آنے کے پانچویں سال کا تھا، اس تاریخ تو درجہ حملہ کے باوجود اگلے سال آپ مسلمانوں کے ساتھ احرام کا

لباس پہن کر مکہ کے لئے نکلے، جو امن اور جذبہ عبادت کی علامت سمجھا جاتا تھا اور عربوں کی روایت کے مطابق احرام باندھ کر آنے والے کسی شخص کو کعبہ کا طواف

کرنے سے روکا نہیں جاتا تھا، لیکن پھر بھی اہل مکہ نے اجازت نہیں دی اور بلاآخر آپ نے لڑائی سے بچتے ہوئے اہل مکہ کی شرطوں پر صلح کر لی اور واپس ہو گئے، اہل مکہ نے اس معاہدہ کا بھی لحاظ نہیں رکھا اور

مسلمانوں کے حلیف قبیلہ کو..... جو غیر مسلم ہی تھا..... مکہ میں دوڑا دوڑا کر قتل کیا، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی سے بچتے گئے لئے ان سے کہا کہ وہ ان کا خون بہا ادا کر دیں، مگر انہوں نے اسے بھی قبول نہیں کیا اور کہا کہ ہمیں جنگ کرنی ہے،

چنانچہ جس قبیلہ پر ظلم کیا گیا تھا، اس کے اصرار پر مجبور ہو کر مکہ سے ہجرت کے آٹھویں سال آپ اپنے دس ہزار

ساتھیوں کو لے کر پھر مکہ روانہ ہوئے اور ایسی حکمت عملی اختیار کی کہ جنگ کی نوبت نہ آئے، چنانچہ اہل مکہ نے بغیر کسی لڑائی کے ہتھیار ڈال دئے، اس وقت وہ تمام دشمن آپ کے سامنے کھڑے تھے، جنہوں

نے آپ پر پتھر پھینکا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو طلاق دلوائی تھی، بچل کا منصوبہ بنایا تھا، مسلمانوں کو ناقابل برداشت ایذا پہنچائی تھی، مکہ چھوڑ دینے کے باوجود مدینہ پر بار بار حملہ کیا تھا، لیکن آپ نے نہ صرف یہ کہ ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی، بلکہ ان کو ان کے جرائم کی یاد دلا کر شرمندہ بھی نہیں کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

انتم الطلقاء لا تظرب علیکم الیوم۔ (النسائی فی سنن الکبریٰ، حدیث نمبر: ۱۸۲۶)

آج تم سب آزاد ہو تم پر کوئی پکڑ نہیں۔

امن و آشتی کو قائم رکھنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اسی بات کی تعلیم دی کہ کوئی مسلمان دوسرے کے لئے تکلیف کا سبب نہ بنے، آپ سے دریافت کیا گیا کہ سب سے بہتر مسلمان کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من سلم الناس من لسانہ و یدہ۔ (الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۲۸۶۲)

وہ شخص کہ جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں۔

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا کہ سب سے اچھا مسلمان وہ ہے کہ جس کے شر سے لوگ امن میں رہیں، زیادہ تر

پڑوسیوں کے درمیان لڑائی جھگڑے کی نوبت آتی ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من کان یتؤمن بالله فلا یؤذی جارہ۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۱۸۵)

جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو، وہ پڑوسی کو نہ ستائے۔

ایک اور موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا اللہ پر ایمان ہو، اسے چاہئے کہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے۔ (بخاری، حدیث نمبر: ۶۰۱۹)

غرض کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی کا خلاصہ اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑنا، لوگوں کو امن و آشتی کی طرف بلانا، شرم و حیا کی دعوت دینا اور اخلاق کی اصلاح کرنا تھا۔

آخِرَت

اسلام کا ایک بنیادی عقیدہ آخرت کا یقین ہے، یعنی اس بات کا یقین کہ ایک ایسا وقت آئے گا، جب خدا کے حکم سے یہ کائنات ختم کر دی جائے گی، تمام انسان زمرہ کئے جائیں گے، انہوں نے دنیا میں جو اچھے کام کئے تھے، ان کو اس کا بہترین انعام دیا جائے گا، وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے، اور انسان نے جو گناہ کئے تھے، انہیں اس کی سخت سزا ملے گی اور وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ آخرت کا یقین

عقل و فطرت کے عین مطابق ہے، دنیا میں انسان بہت سے اچھے کام کرتا ہے، لیکن اس کو اس کی جزائیں ملتی، بلکہ بعض دفعہ وہ دکھ بھری زندگی گزار کر دنیا سے چلا جاتا ہے، اس کے برخلاف کچھ لوگ ظلم و زیادتی کرتے ہیں، لیکن دنیا میں ان کو سزا نہیں مل پاتی ہے، اس لئے عقل اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ کوئی ایسی جگہ ہونی چاہئے، جہاں نیکی کرنے والوں کو انعام اور گناہ اور زیادتی کرنے والوں کو سزا ملے، اسی کا نام آخرت ہے، وہاں خاندان، رنگ و نسل اور علاقہ و زبان کی وجہ سے نہیں، بلکہ انسان کے عمل اور کردار کی وجہ سے جزا اور سزا کا فیصلہ ہوگا۔

آخرت کا یقین ایک انقلابی عقیدہ ہے، اس کی وجہ سے انسان کی سوچ بدل جاتی ہے، انسان اس وقت بھی نیکی کے کام کرنے پر آمادہ ہوتا ہے، جب کوئی تعریف کرنے والا اور انعام دینے والا نہ ہو اور اس وقت بھی برائی اور ظلم سے باز رہتا ہے، جب کوئی دیکھنے والی آنکھ اور ٹوکنے والی زبان نہیں ہو، مثال کے طور پر اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ شراب انسان کی صحت کے لئے بھی نقصان دہ ہے اور اخلاق کے لئے بھی، لیکن امریکہ جیسے ملک میں تمام تر نفسی اور قانونی وسائل کے استعمال کے باوجود یہ بات ممکن نہ ہو سکی کہ لوگوں کو شراب سے روک دیا جائے، خود ہمارے ملک میں کئی

ریاستوں میں شراب بندی کی کوشش کی گئی اور اس کے لئے سخت سے سخت قوانین بنائے گئے، لیکن پھر بھی مکمل طور پر اسے روکنا ممکن نہ ہو سکا، عرب کے لوگ شراب کے ریاست تھے، ان کی کوئی محفل شراب سے خالی نہیں ہوتی تھی، لیکن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے لوگوں کے ذہن میں آخرت کا یقین پیدا کیا، پھر جب شراب کے حرام ہونے کا اعلان ہوا تو جن کے ہونٹوں تک شراب پہنچ چکی تھی، انہوں نے اس کو حلق تک نہیں پہنچایا، شراب کے منگے توڑ دیئے اور مدینے کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔

اسی طرح سوڈی کاروبار عربوں میں عام تھا، وہ اسے ایک تجارت سمجھتے تھے، لیکن جب اسلام نے اس کو منع کیا، کیونکہ اس میں غریبوں کا استحصال ہے، تو یکلخت لوگوں نے اس حکم کو قبول کر لیا اور جو سود لوگوں کے ذمہ باقی تھا، اس سے بھی باز آ گئے۔ یہ اسی عقیدہ کا نتیجہ تھا، یہ عقیدہ انسان کی فکر کو بدلتا ہے، اس سے انسان میں یہ سوچ پیدا ہوتی ہے کہ ہر کام کو مادی نفع و نقصان کی ترازو میں نہ تولنا جائے، بلکہ وہ بہت سے کاموں کو خدا کی خوشنودی اور خلق خدا کی بھلائی کے لئے انجام دے۔

انسان کے بارے میں۔
انسان کے بارے میں اسلام نے دو

بنیادی تصورات پیش کئے ہیں، ایک یہ کہ تمام انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں، ایسا نہیں ہے کہ پیدا کئی طور پر ان میں کوئی بڑا اور کوئی چھوٹا ہو، چنانچہ قرآن مجید نے کہا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً (النساء: ۱)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تم سب کو ایک جان سے پیدا کیا ہے، اسی سے ان کا جوڑا بنایا ہے اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت بنا دیئے ہیں۔

خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام تعلیمات کا نچوڑ پیش کرتے ہوئے فرمایا:

ان ربکم واحد وان ابلکم واحد۔ (مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۳۳۸۹)

تمہارا خدا بھی ایک ہے اور تم سب ایک ہی باپ کی اولاد ہو۔

یعنی اللہ کی توحید اور انسانی وحدت..... اس سلسلہ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انقلابی تصور عطا فرمایا کہ جو باتیں اتفاقی طور پر پیش آتی ہیں، جس میں اس کے اپنے ارادہ و عمل کا دخل نہیں ہوتا، جیسے کسی خاص خاندان میں پیدا ہونا، سفید قام یا سیاہ قام ہونا وغیرہ تو اس کی وجہ سے کسی شخص کو دوسرے پر فضیلت

حاصل نہیں ہو سکتی، انسان اپنے عمل و کردار کی وجہ سے بہتر ہوتا ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری خطبہ میں فرمایا:

لا فضل لعربی علی عجمی و لا لعجمی علی عربی، ولا لآحمر علی أسود ولا لآسود علی آحمر الا بالتقویٰ۔ (مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۳۳۸۹)

کسی عربی کو غیر عربی پر اور غیر عرب کو عربی پر، نیز کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر (نسل و رنگ کی وجہ سے) کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، ہاں، تقویٰ سے فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

دوسرا بنیادی تصور ہے کہ تمام انسان بحیثیت انسان قابل احترام ہیں، چنانچہ قرآن مجید کہتا ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ۔ (بنی اسرائیل: ۷۰)

ہم نے انسان کو معزز بنایا ہے۔ انسان کی تخلیقی ڈھانچے کی بارے میں فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ۔ (التین: ۴)

ہم نے انسان کو بہترین قالب میں پیدا کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک یہودی کا جنازہ گزرا، آپ صلی

اللہ علیہ وسلم اس کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ (مسلم)، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۶۱) عورتیں اپنے بالوں کو بڑا ظاہر کرنے کے لئے اپنے بال کے ساتھ دوسروں کے بال ملایا کرتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا: (ترمذی، کتاب اللباس، حدیث نمبر: ۱۷۵۹) کیونکہ انسان کے کسی جزء کو دوسرا انسان اپنے لئے استعمال کرے، یہ انسان کی عظمت و حرمت کے مغاثر ہے۔

غیر مسلم بھائیوں کے متعلق

قرآن مجید نے جو اس بات پر زور دیا ہے کہ ”تمام انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں“ اس سے انسان اخوت کا رشتہ واضح ہوتا ہے، جیسے ایک رشتہ خاندانی اخوت و بھائی چارے کا ہے، اسی طرح بھائی چارے کا ایک وسیع تر رشتہ وہ ہے، جو پوری انسانیت کو ایک لڑی میں پر دتا ہے، اس لئے مسلمان ہوں یا غیر مسلم، وہ بحیثیت انسان بھائی بھائی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے:

لَا يَنْهٰكُمْ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبْرُوْهُمْ وَ تَقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ، اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔ (الممتحنہ: ۸)

جو لوگ تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کرتے اور نہ انہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہے، اللہ تعالیٰ تم کو ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور انصاف برتنے سے نہیں روکتے، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

یہ آیت اس بات کی تلقین کرتی ہے کہ جو غیر مسلم مسلمانوں سے برسر پیکار نہ ہوں، ان کے ساتھ بہتر سلوک کرنا چاہئے، مسلمانوں کے بعض غیر مسلم رشتہ دار مسلمان ہونے کو تیار نہیں تھے، مسلمان رشتہ دار پہلے سے ان کی کفالت کیا کرتے تھے، انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کی بنیاد پر ان کی مالی مدد کرنا چھوڑ دیا، قرآن مجید نے اس بات سے منع کیا کہ وہ کسی رشتہ دار کے مسلمان نہ ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا چھوڑ دیں، اس سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی:

لَيْسَ عَلَيْكَ مَهْدِيَّتُهُمْ وَلَكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ، وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَا يُنْفِقْكُمْ، وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ اٰبَتِغَاءٍ وَجْهَ اللّٰهِ، وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوْفَ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ۔ (البقرہ: ۱۷۴)

ان لوگوں کی ہدایت آپ کے ذمہ نہیں، اللہ جسے چاہتے ہیں، ہدایت دیتے ہیں، اور تم جو کچھ مال خرچ کرتے ہو، وہ

اپنے ہی لئے، اور خرچ نہیں کرتے ہو مگر اللہ کی خوشنودی کی تلاش میں، اور جو بھی خرچ کر دے تم کو پورا پورا دیا جائے۔ (یعنی اس کا پورا اجر ملے گا) اور تم پر ظلم نہیں ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے عمل سے اس حسن سلوک کی مثال پیش فرمائی، مکہ کے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے ساتھیوں پر کتنے مظالم ڈھائے، لیکن جب مکہ میں قحط پڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے ریلیف جمع کی اور پانچ سو دیناران کی مدد کے لئے بھیجے۔ (السیبر الکبیر: ۶۹/۱) میں دینار ساڑھے ستاسی گرام سونا ہوتا ہے، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ کتنی بڑی رقم تھی، حالانکہ مسلمان خود اس وقت فقر و فاقہ سے گزر رہے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلم بھائیوں کے بارے میں ایک اصولی بات فرمائی کہ جیسے ہم اپنے خون کو قابل احترام سمجھتے ہیں، اسی طرح ہمیں ان کی زندگی کا بھی احترام کرنا چاہئے اور جیسے ہمارے مال کی حرمت ہے، اسی طرح ان کا مال بھی قابل احترام ہے۔

دمہ ہم کدماقتنا و اموالہم کا موافقہ۔ (نصب الراية: ۳/۳۶۹)

قرآن نے کسی بھی نفس انسانی کے قتل باحق کو حرام قرار دیا ہے۔ (بنی اسرائیل: ۳۳) اور ایک انسان کے قتل کو

پوری انسانیت کا قتل کہا ہے۔ (المائدہ: ۳۲) جو غیر مسلم بھائی حملہ آور نہ ہو، بلکہ پرامن طور پر مسلمانوں کے ساتھ رہتا ہو، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس کو قتل کرے گا، وہ جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا، (بخاری، حدیث نمبر: ۳۰) یا جو ان کے مال میں سے لے لے گا، یا ان کے ساتھ حق تلفی کرے گا، قیامت کے دن میں اس کی طرف سے فریق بن کر کھڑا ہوں گا۔ (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۳۰۵۳) اسی طرح اسلام کی نظر میں کوئی مسلمان بہن ہو یا غیر مسلم بہن، دونوں کی عزت و آبرو برابر ہے۔

اسلام نے غیر مسلم بھائیوں کے

مذہبی جذبات کا بھی لحاظ رکھنے کا حکم دیا اور کہا کہ وہ جن دیویوں دیوتاؤں کو پوجتے ہیں تم ان کو برا بھلا نہ کہو۔ (الانعام: ۱۰۸) قرآن نے کسی کی عبادت گاہ کو منہدم کرنے کی مذمت کی ہے، چاہے وہ مسلمانوں کی ہو یا کسی غیر مسلم گروہ کی۔ (الحج: ۳۰) قرآن نے ہدایت دی کہ جہاں معاملہ انصاف کا ہو تو اس میں کوئی امتیاز نہیں ہونا چاہئے، اگر کوئی گروہ تمہارا مخالف ہو، تمہاری نظر میں ان کا طور طریق اچھا نہ ہو، یا ان کی سوچ غلط ہو، پھر بھی تمہارے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ تم ان کے ساتھ نا انصافی کا معاملہ کرو۔

(المائدہ: ۸)

ضروری اعلان

محترم قارئین کرام!

جن لوگوں کو دفتر کی جانب سے تقابلیات کے خطوط روانہ کئے گئے ہیں، ان سے گزارش ہے کہ جلد از جلد تقابلیاتم آدا فرمادیں، اس وقت ادارے کو رقم کی سخت ضرورت ہے نیز اگر رسالہ جاری رکھنے کا ارادہ نہ ہو، مطلع کر دیں تاکہ ادارے کا مزید نقصان نہ ہو۔ جو حضرات دفتر سے معلومات حاصل کرنا چاہتے ہوں وہ نام لکھے سے شام ۵ بجے تک فون پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ جمعہ کے دن دفتر بند رہتا ہے۔ دفتر کھلنے کا وقت ۲ بجے سے ۵ بجے تک ہے، دیگر اوقات میں فون نہ کریں۔

رابطہ کیلئے: Mobile : 9415911511

دنیا اور آخرت کے بارے میں ہمارا رویہ؟

سے کام نکلیں گے، اور دوسری طرف وہ بہ
حیثیت مسلمان اس بات پر بھی یقین اور
عقیدہ رکھتا ہے کہ رشوت حرام ہے اور اس
کے لینے والے پر خدا کی لعنت ہے، اور
دوزخ میں اس کو اس کا سخت ترین عذاب
بجھکتا ہوگا۔ اب اگر وہ دوسرے یقین کو نظر
انداز کر کے رشوت لے لیتا ہے تو اس کا
سبب صرف یہی ہوتا ہے کہ اس کا دوسرا یقین
کمزور ہے اور پہلے یقین سے دبا ہوا ہے۔

الغرض ہماری زندگی میں جو یہ تضاد
ہے کہ ہم عقیدہ کے لحاظ سے مسلمان ہیں
اور ہماری غالب اکثریت کی عملی زندگی
ایمان و اسلام کے تقاضوں کے بالکل
خلاف ہے، اس کی اصل وجہ اور علت الٰہی
یہی ہے کہ ہمارا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت
کے بارے میں وہ یقین جو انبیاء علیہم السلام
کے ذریعے ہمیں ملا تھا نہایت کمزور ہو گیا
ہے، اور ہمارے دنیا والے وہ یقین جو ہمیں
اور عام انسانوں کو اپنے مشاہدے اور
تجربے وغیرہ سے حاصل ہوتے ہیں اس پر
پوری طرح غالب آگئے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے حالات آپ نے
سنے ہوں گے اور آپ میں سے بہت سے
حضرات نے کتابوں میں بھی پڑھے ہوں
گے۔ ان کی زندگی کا نقشہ ہمیں بالکل دوسرا
نظر آتا ہے۔ اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ
ان کا آخرت والا یقین اتنا جان دار اور
طاقتور تھا کہ ان کے مشاہدے اور تجربے

میری دولت میں اتنی کمی ہو جائے گی اور اس
طرح میرا مالی نقصان ہوگا، اور ایک دوسرا
یقین یا عقیدہ اس کا یہ بھی ہے کہ زکوٰۃ فرض
ہے۔ اس کا ادا نہ کرنا بہت بڑا جرم اور سخت
ترین گناہ ہے جس کے نتیجے میں آدمی کو
دوزخ کا نہایت دردناک عذاب بجھکتا
بڑے گا۔ اب ظاہر ہے کہ اگر دوسرا یقین
پہلے یقین کے مقابلے میں زیادہ طاقتور ہو
اور اس سے دبا ہوا نہ ہو تو آدمی یقیناً زکوٰۃ ادا
کرے گا، لیکن اگر یہ دوسرا یقین کمزور ہو اور
پہلا والا یقین زیادہ طاقتور ہو تو پھر زکوٰۃ
اس کی جیب سے نہیں نکلے گی۔

اسی طرح فرض کیجئے کہ ایک شخص
حکومت کے کسی عہدے پر ہے۔ کسی
معاہدے میں اس کو ایک ہزار روپیہ کی رشوت
پیش کی جاتی ہے۔ اب اپنے ذاتی
مشاہدے اور تجربے سے اس کو ایک یقین تو
یہ ہے کہ یہ رقم اگر میں لے لوں گا تو اس سے
میری دولت میں اضافہ ہوگا، میرے بہت

زندگی میں تضاد کا سبب

اس کی اصل وجہ صرف ایک ہے اور وہ
یہ کہ ہمارا آخرت والا یقین جو نبیوں اور
رسولوں کے ذریعے ہمیں ملا تھا، وہ ہمارے
دنیا والے ان یقینوں کے مقابلے میں کمزور
ہو گیا ہے جو ہمیں اپنے مشاہدے اور تجربے
وغیرہ سے حاصل ہوتے ہیں اور ان کے
نیچے کو پا دب کر بے اثر اور بے جان ہو گیا
ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا والا یقین ہم
سے اپنے سارے تقاضے پورے کر لیتا ہے
لیکن آخرت والا یقین ہم سے اپنے تقاضے
اور اپنے مطالبے پورے کرانے سے عاجز
رہتا ہے۔ آپ اس کو واقعاتی مثالیں
سامنے رکھ کر سوچئے۔

مثلاً ایک شخص ہے اس کو اللہ اور رسولؐ
کے احکام کے مطابق زکوٰۃ دینی چاہئے۔
اب اپنے ذاتی علم و تجربے سے اس کو ایک
یقین تو یہ ہے کہ جتنی رقم میں زکوٰۃ کی دوں گا

والے اس دنیا کے یقینوں پر غالب تھا۔ ایک تابعی بزرگ غالباً سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو دیکھا ہے، ان کا امتیاز یہ نہیں تھا کہ وہ نماز روزہ جیسی عبادات میں تم سے بہت بڑھے ہوئے تھے۔ آگے ان کے الفاظ "وَلٰكِنْفِ شَيْءٍ وَّ قَدْنِي قُلُوْبِهِمْ" یعنی ان کا اصل امتیاز بس یہ تھا کہ ان کے دلوں میں اللہ اور آخرت کا یقین ایسا جما تھا کہ ان کی پوری زندگی اور ان کا تمام ظاہر و باطن اس کے نیچے دبا ہوا تھا۔ ہمارے لئے جس طرح یہ مشکل ہے کہ ہم اپنے مشاہدے اور تجربے والے یقینوں اور ان کے تقاضوں سے بے فکر اور بے پروا ہو کر زندگی گزاریں، اسی طرح ان کے لئے یہ مشکل بالکل ناممکن ہو گیا تھا کہ اللہ اور یوم آخرت والے یقین اور اس کے مطالبات سے آزاد ہو کر کوئی قدم اٹھا سکیں۔

اب ہمارے اور آپ کے سامنے دو راہیں ہیں: ایک یہ کہ دین اور ایمان کے لحاظ سے اس وقت جو ہماری حالت ہے ہم خدا نخواستہ اس پر مطمئن ہوں اور اس میں تبدیلی کے لئے ہم میں کوئی بے چینی نہ ہو، اور دن اسی طرح گزرتے رہیں اور ہم اسی حال میں جیتے اور مرتے رہیں۔ مجھے یقین ہے کہ جب تک ہمارے دلوں میں ایمان کا کوئی ذرہ ہے ہم اس راستے کو شعوری طور پر ہرگز نہیں اپنا سکتے، اور میں کہہ سکتا ہوں کہ

شاید آپ میں سے کوئی ایک بندہ بھی جان بوجھ کر اس کو پسند نہیں کرے گا۔

دوسری راہ یہ ہے کہ جس طرح ہم دنیوی زندگی کے بگاڑ سے اور یہاں کی بیماریوں، بربادیوں سے فکرمند ہوتے ہیں اور ان سے نجات حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرتے ہیں، اسی طرح ہم اپنے اس دینی بگاڑ اور آخری تباہی و بربادی سے فکرمند ہوں اور اپنی حالت کو درست کرنے کی اور اپنی زندگیوں کو ایمان والی زندگی بنانے کی جدوجہد کریں۔ ظاہر ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کا فیصلہ یہی ہوگا۔

اصلاح احوال کی صورت

اب سوال یہ ہے کہ یہ کام کس طرح ہو؟ یہ تو عرض کیا جا چکا ہے کہ ہمارے اس سارے بگاڑ کی جڑ بنیاد یہ ہے کہ ہمارا ایمان والا یقین کمزور ہو گیا ہے اور دنیا والے ہمارے یقین اس پر غالب آگئے ہیں۔ اس لئے اب ہمیں صرف اس کی جدوجہد کرنی ہے کہ ہمارے یقین کا کائنات درست ہو جائے، یعنی اس دنیا میں جو کچھ ہم اپنے مشاہدے اور تجربے سے جانتے ہیں ہمیں اس پر بھی یقین ہو، لیکن اس سے بھی زیادہ گہرا اور پکا یقین ان باتوں پر ہو جو اللہ اور رسول کے بتلانے سے ہمیں معلوم ہوئی ہیں۔ بس یہی ہمارا اصل مسئلہ ہے۔

اس کے بعد صاف عرض ہے کہ اگر

ہماری تقریروں سے ہی یہ بات حاصل ہو سکتی تو مسئلہ بڑا آسان تھا۔ آپ کو کچھ بھی کرنا نہ پڑتا۔ ساری محنت ہم کرتے یا تقریر کرنے والے دوسرے حضرات کے پاؤں پکڑتے اور ان سے کہتے کہ امت میں ایمان والا یقین پھر سے پیدا کرنے کے لئے خوب تقریریں کیجئے اور اس میں کوئی کسر اٹھانہ رکھئے! اسی طرح میں صاف کہتا ہوں کہ اگر کوئی تعویذ، کوئی وظیفہ، کوئی جادو ایسا ہوتا کہ بس اس سے کام چل جاتا جب بھی مسئلہ بڑا آسان ہوتا۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ کسی تعویذ اور وظیفے سے بھی یہ کام بننے والا نہیں ہے۔

ایمان والے یقین کو بڑھانے کی اور دوسرے دنیوی یقینوں پر اس کو غالب کرنے کی ہمیشہ سے ایک ہی راہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ آدمی اپنے کو ایسے دینی اور ایمانی کاموں میں لگا دے جو ایمان و یقین کو بڑھانے والے ہوں، اور اگر اس کا ماحول ایمان و یقین کے لئے سازگار نہیں ہے تو کم از کم کچھ عرصے کے لئے کسی ایسے ماحول میں رہے جس میں ایمان و یقین کی ترقی کا سامان ہوں۔ صحابہ کرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت والا ایمان آفرین ماحول نصیب تھا اور انہوں نے اپنے کو دین کے ان کاموں میں پوری طرح جمونک دیا تھا جو ایمان و یقین کو بڑھانے والے تھے۔ اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ ان کا ایمانی یقین ان کی دوسری تمام بشری معلومات پر غالب تھا۔ پھر قرآن

اصلاح نفس کیلئے مجاہدہ کی ضرورت

کی کتابیں بہت مفید ثابت ہوں گی۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان
حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک
مرتبہ اپنے متعلقین کو فرمایا: ”مجھ سے کسی قسم
کی امید نہ رکھی جائے“ مطلب یہ ہے کہ
بعض لوگ کسی دنیاوی غرض کے لئے تعلق
بناتے ہیں، غرض پوری ہو رہی ہے تو تعلق
برقرار اور غرض پوری نہ ہو تو تعلق ختم! اس
تعلق میں خلوص نہیں ہوتا۔

قرآن نے کفار کے بارے میں
ارشاد فرمایا کہ نفع ہو تو تعلق برقرار رکھتے ہیں
اور فائدہ نہ ہو تو مسلمانوں کو مورد الزام
ظہر اے ہیں، تو غرض یہ ہونی چاہئے کہ اللہ
تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے۔ ”من
کان للہ کان اللہ“ جہا اللہ تعالیٰ کا ہو گیا، یعنی
اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہو گیا تو اللہ تعالیٰ
بھی اس کا ہو جاتا ہے اور یہ بہت اچھا تعلق
ہے اور اچھی غرض ہے اور اس میں اخلاص
ہے، لیکن دنیاوی اغراض مفید ہیں۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے
مقولے کا دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ بھروسہ

(والذین جاہدوا فینا

لنہدیہنہم سبلنا)۔

اور جو لوگ ہماری رضا کے حصول کے
لیے مجاہدہ کرتے ہیں، ہم ان کو اپنے راستوں
کی آگاہی عطا کرتے ہیں۔

رمضان میں مغرب کے بعد نوافل
اطمینان اور سکون سے پڑھیں، جلدی نہ
کریں۔ یہ مجاہدہ کا بہت اچھا سلسلہ ہے،
آپ کو تھوڑی تکلیف تو ہوگی، لیکن فائدے
کے لحاظ سے بہت مفید ثابت ہوگا اور پوری نماز
کے اختتام تک بالکل جلدی نہ کریں۔ یہ بھی
مجاہدے کا ایک حصہ ہے، ہمارا نفاذ مقصد فقط
آپ سے مجاہدہ کروانا ہے اور نفس کا قابو کرانا
ہے اور ذہنی مجاہدے کی لائین سے قابو ہوگا۔

مطالعہ کتب

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی
کتب کا مطالعہ کیا کریں، کیونکہ ایک تو
ہمارے سلسلہ کے بڑے ہیں اور دوسرا ان
میں علوم بہت ہیں، جن سے نفع پہنچے گا۔
میرے ہاں تمام بزرگ برابر ہیں، لیکن
آپ طالب علم ہیں، آپ کے لئے حضرت

صرف اللہ تعالیٰ پر ہو کہ میں صرف راہ نمائی
کرنے والا ہوں، حقیقت تک اللہ تعالیٰ ہی
پہنچائیں گے۔

حقیقت تک رسائی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہادی اعظم ہیں،
لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (انک لا تہدی من
احببت و لکن اللہ یرہدی من یشاء)۔

(سورۃ القصص آیت نمبر: ۵۶، کوکوع نمبر: ۹)
ترجمہ: ”بے شک آپ ہدایت کی
طرف نہیں لے جاسکتے اس آدمی کو جسے
آپ پسند فرماتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ جسے
چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔“
ہمارا مقصد

ہمارا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور
اس کی خوشنودی حاصل کرنا ہو اور جو اللہ
تعالیٰ کی رضا مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے
راضی ہو جاتے ہیں، جب کوئی آدمی
گناہوں سے کنارہ کش ہوتا ہے اور اللہ
تعالیٰ سے اس کی رضا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ
راضی ہو کر کامیاب فرماتے ہیں۔

یکسوئی کی حقیقت

آپ یہاں صرف وہ باتیں کریں
جن سے نقصان کا اندیشہ نہ ہو، باقی تعلق مع
اللہ قائم کریں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی جستجو
میں یکسو رہیں، تصوف میں یہ تمام مجاہدات
اللہ تعالیٰ کی طرف یکسوئی حاصل کرنے کے
لئے ہوتے ہیں، جن سے نفس و شیطان
دونوں مغلوب ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ محبوب ہے تو محبت بھی ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ جو تعلق ہے وہ تعلق کسی والدین کا اپنے بچوں کے ساتھ بھی نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور وہ پال بھی رہا ہے، اس کی محبت والدین کی محبت سے کہیں زیادہ ہے۔

اولاد کی پیدائش کا تعلق

اولاد کی پیدائش کا تعلق ماں باپ کے ساتھ نہیں، وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، ماں باپ اولاد کی پیدائش کا ذریعہ تو ہیں، پیدائش میں با اختیار نہیں، اختیار اللہ کے پاس ہے، ہمارے ہاں ایک خان صاحب تھے، بہت ہی اچھی صحت کے مالک اور ان میں خون کی اتنی فراوانی تھی کہ ان کے پچھنے لگائے جاتے تھے اور بہت سرخ و سفید توانا، لیکن اس کے باوجود ان کے ہاں ایک بچہ بھی پیدا نہیں ہوا۔

دوسرا ہمارا ایک دوست عبدالوحید نام کا تھا، دبلا پتلا، جسے ایک ہاتھ کا دھکا دو تو گر جائے، لیکن ہر سال ایک بچہ پیدا ہوتا تھا، تو پیدا کرنے والے یہ ماں باپ نہیں ہیں، اگر اللہ تعالیٰ پیدا کرے اور آنکھیں نہ ہوں تو والدین آنکھیں نہیں لگوا سکتے، ہمیں اللہ تعالیٰ نے جو ایسی خوبصورت شکل میں پیدا فرمایا تو یہ تو اس کی محبت ہی کا نتیجہ ہے، اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔

تلاوت قرآن اور مجاہدہ

آپ قرآن مجید پڑھنے کا اہتمام کریں اور اس میں خوب غور کریں، ہماری تلاوت تدبر اور فکر کے ساتھ ہو، یہ بھی مجاہدہ کی ایک شکل ہے اور بہت مفید ہے، اگرچہ شروع میں تھوڑی مشکل پیش آئے گی، لیکن مشق ہو جانے پر اللہ تعالیٰ وہ مشکل بھی آسان فرمادیں گے۔

تلاوت کلام پاک کے بارے

میں حضرت تھانویؒ کا ارشاد

تلاوت کلام پاک میں اس قدر استغراق پیدا کرو کہ تلاوت کرتے وقت یہ کیفیت ہو کہ گویا میں نہیں پڑھ رہا، اللہ تعالیٰ مجھ سے پڑھوار رہا ہے، جیسے گراموفون کے اندر سے آواز نکل رہی ہے، لیکن وہ آواز گراموفون کی نہیں، کسی آدمی کی ہے، اسی طرح تلاوت کا حال بن جائے۔

حضرت انور شاہ کشمیری صاحبؒ

کا ایک قول

فرمایا: ایک ہے کثرت تلاوت، وہ اپنی جگہ بہتر ہے، لیکن کچھ وقت قرآن کے اندر تدبر اور فکر کے لئے مقرر کرو، اس کی برکت سے آپ کے اوپر علوم منکشف ہوں گے، پھر کسی واعظ کی ضرورت نہیں رہے گی، اللہ تعالیٰ کے فضل سے براہ راست ہدایت ملے گی۔

مثلاً (إذا السماء انفطرت.....)

پھر فرمایا: (علمت نفس ما قدمت و اخرت.....)، پھر فرمایا: (یا ایہا الانسان ما غرک بربک الکریم) ان سب میں تدبر اور فکر کرو تو معلوم ہوگا کہ کس قدر اونچے درجے کا کلام ہے، جو واقعی انسانی کلام کبھی نہیں ہو سکتا کہ اتنی فصاحت اور بلاغت کے ساتھ انسان کے اندرون کو چھوڑا ہے، قرآن کی آیات میں جب فکر کرو گے تو خود بخود اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم ہو جائے گا۔

تلاوت کلام پاک کے بعد دعا کا اہتمام

تلاوت کلام پاک کے بعد اگر ہم دعاؤں اور استغفار کا بھی اہتمام کریں گے تو سونے پر سہاگہ ہے، میں سوچتا ہوں کہ ہم جو اتنی بھاگ دوڑ کرتے ہیں، کہیں مال حاصل کرنے کے لئے ذلیل ہوتے ہیں اور کہیں دنیا حاصل کرنے کے لئے مشقت میں پڑتے ہیں، اگر اس کا نصف ہم دعا میں خرچ کریں تو میرا عقیدہ ہے کہ آپ ان مقاصد کو دعاؤں کی برکت سے پالیں گے اور اگر دعا کی قبولیت نظر نہ آئے تو پریشان نہ ہوں، اس لئے کہ اس کا بہتر عوض آخرت میں ملے گا۔

دعا ضرور قبول ہوتی ہے

مومن بندہ کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ (رواہ البخاری و مسلم فی کتاب الدعوات) جب تک کہ وہ یہ نہ کہے کہ ”میری دعا قبول نہیں ہوتی“ حدیث میں ارشاد ہے کہ جس کی دعا دنیا میں قبول نہ ہوئی ہو۔

(بقیہ..... صفحہ..... ۴۰..... پر)

حقوق العباد

کتاب اللہ و سنت رسولؐ کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے اس دار فانی میں پیدا کیا تو اس پر اس سماجی زندگی میں کچھ حقوق رکھ دیے، تاکہ یہ بندہ ان حقوق کی پاسداری کر کے اسی کے ذریعہ قرب باری تعالیٰ حاصل کرے، سب سے پہلے ان حقوق کی دو قسمیں ہیں۔ ۱- حقوق اللہ۔ ۲- حقوق العباد۔ ہم یہاں پر حقوق العباد کو بیان کریں گے۔ حقوق العباد میں سب سے زیادہ حق والدین کا ہوا کرتا ہے، اس لئے سب سے پہلے والدین کے حقوق بیان کرتے ہیں۔

والدین کے حقوق

والدین کی راحت رسانی اور ان کے اعزاز و اکرام کی قرآن حکیم اور احادیث شریفہ میں بہت تاکید آئی ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے اور فرمایا ہے کہ سارے گناہ ایسے ہیں کہ خدا

جس کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے سوائے والدین کے ستانے کے کہ اس کی سزا مرنے سے پہلے جلد دنیا میں دے دیتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی اپنے والدین کی طرف ایک مرتبہ رحمت کی نظر سے دیکھے خدا اس کے لئے ہر نظر کے بدلے ایک مقبول حج لکھ دے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اگر کوئی سو مرتبہ دیکھے تب بھی یہی بات ہے؟ آپ نے فرمایا: (ہاں، اس میں اشکال ہی کیا ہے؟) خدا بہت بڑا ہے اور ہر عیب سے پاک ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بات جنت کے دروازوں میں سے سب سے اچھا دروازہ ہے، اب تجھ کو اختیار ہے کہ اس دروازہ کی حفاظت کرے یا ضائع کر دے۔

ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے والدین کے

حقوق کے بارے میں اللہ کا فرمانبردار ہو جاتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر فقط ماں یا فقط باپ ہو اس کی خدمت کی ہو تو اس شخص کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور جس نے والدین کے بارے میں اللہ کی نافرمانی کی، یعنی ان کے حقوق ادا نہ کئے تو اس کے لئے دوزخ کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر فقط ماں یا فقط باپ ہو اس کی حق تلفی کی ہو تو اس شخص کے لئے دوزخ کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر ماں باپ ظلم کریں کیا تب بھی بات ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں اگرچہ ظلم کریں، اگرچہ ظلم کریں، اگرچہ ظلم کریں۔

خداوند قدوس فرماتے ہیں: اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔ اگر تیری موجودگی میں وہ بوڑھے ہو جائیں یا ان میں سے ایک بوڑھا ہو جائے تو ان کو آف بھی نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو اور ان سے تعظیم کے ساتھ بات کرو اور جھکاؤ ان کے آگے عاجزی کا بازو رحمت کے ساتھ اور ان کے حق میں یوں دعا کرو کہ اے میرے پروردگار ان پر رحم فرما، جیسا کہ انہوں نے مجھ کو چھوٹا سا پالا ہے۔

بڑے بھائی کا حق

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بڑے بھائیوں کا حق چھوٹے

بھائیوں پر ایسا ہے جیسے والد کا حق اولاد پر ہے۔
اولاد کے حقوق

جس طرح ماں باپ کے حقوق ہیں اسی طرح ماں باپ کے ذمہ بھی اولاد کے حقوق ہیں۔ ماں باپ کے ذمہ ہے کہ اپنی اولاد کو بندا علاقوں کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے روکیں، خدا کے راستے پر ڈالیں، دین اور دنیا کی بھلائی سے آگاہ کریں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان اپنے بچے کو ادب سکھائے تو یہ ایک صالحہ صدقہ کرنے سے افضل ہے اور فرمایا ہے کہ کسی والد نے اپنے بچے کو کوئی چیز ایسی نہیں دی جو اچھے ادب سے بہتر ہو اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سب نگہبان ہو اور نگہبانی کے متعلق تم سب سے پوچھ ہوگی۔ بادشاہ نگہبان ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہوگا اور مرد اپنے گھر کا نگہبان ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہوگا اور عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگہبان ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہوگا۔

یتیم کی نگرانی

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو جتنے بال اس کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے ہر بال کے بدلے اس کے لئے

بہت سی نیکیاں ہوں گی اور جس نے کسی ایسی یتیم لڑکی یا یتیم لڑکے کے ساتھ حسن سلوک کیا جو اس کے پاس رہتے ہیں تو میں اور وہ جنت میں اس طرح ساتھ ہوں گے اور آپ نے اپنی دو انگلیاں ملا کر دکھائیں۔

شوہر کا حق

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ کسی کو سجدہ کرے تو عورتوں کو حکم کرتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں، ان حقوق کی وجہ سے جو خدا نے ان پر شوہروں کے مقرر فرمائے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی نے سوال کیا کہ کون سی عورت بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ عورت کہ شوہر اس کی طرف دیکھے تو خوش کرے اور جب وہ حکم کرے تو اس کا کہانے، اور اپنے نفس کے بارے میں اس کی مخالفت نہ کرے۔ (کہ بغیر اس کی اجازت کے کہیں چلی جائے یا کسی سے آنکھیں ملائے) اور اس کی مرضی کے خلاف اس کے مال میں تصرف نہ کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخصوں کی نماز مقبول نہیں ہوتی اور ان کی کوئی نیکی اور پر نہیں جاتی: ☆ بھاگا ہوا غلام جب تک اپنے مالکوں کے پاس آ کر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں نہ دے دے۔ ☆ وہ عورت جس کا شوہر اس پر ناراض ہو۔ ☆ وہ شخص جو نشہ میں مست ہو جب تک

اس کو ہوش نہ آ جائے۔

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو عورت اس حال میں مرگئی کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگی اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: جب عورت پانچوں وقت کی نماز پڑھے اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

بیوی کے حقوق

عورتوں کی طبیعت میں عموماً کچی ہوتی ہے، ذرا سے میں نہیں رہی ہیں اور ہنساری ہیں اور ذرا سے میں بگڑ کر بیٹھ جاتی ہیں، پھر بڑی مشکل سے راضی ہوتی ہیں اور غضب یہ ہے کہ اپنی غلطی کو غلطی تسلیم نہیں کرتیں، قصور اپنا ناراض ہوگئی شوہر سے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے حقوق کی نگہداشت اور اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ حجۃ الوداع میں آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو کیونکہ تم نے ان کو اللہ کے عہد کے ساتھ (اپنے قبضہ میں) لیا ہے اور اللہ کی شریعت کے سبب ان سے نفع حاصل کرنے کے مستحق ہوئے ہو۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ لکڑیاں جمع کرنا میرے ذمہ ہے، صحابہ نے عرض کیا کہ یہ بھی ہم کر لیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو میں جانتا ہوں کہ تم بخوشی کر لو گے، مگر مجھے یہ پسند نہیں کہ جماعت سے ممتاز رہوں اور خدا بھی اس کو پسند نہیں کرتا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کو دیکھو اور اپنے حالات پر بھی نظر ڈالو کہ ہم نے ان ارشادات نبویہ علی صاحبہما الف الف تہیہ میں سے کس کس ارشاد پر عمل کیا ہے؟ اگر عمل نہیں کیا ہے تو آئیے آج ہی سے عہد کرتے ہیں کہ ان ارشادات پر عمل کرنے کی پوری طرح کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

نہیں بڑھ سکتے۔ ہاں، اگر ساتھیوں میں سے کوئی شہید ہو جائے تو وہی بڑھ جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر میں ارشاد فرمایا: جس کے پاس سواری پر جگہ ہو اس کو چاہئے کہ بغیر سواری والے کو سوار کرے اور جس کے پاس خوراک بچی ہو وہ بغیر خوراک والے کو کھلا دے اور اسی طرح دوسری چیزوں کے متعلق ارشاد فرمایا۔

ایک مرتبہ کسی سفر میں چند صحابہ نے بکری ذبح کرنے کا ارادہ کیا اور اس کا کام تقسیم کر لیا، ایک نے اپنے ذمہ ذبح کا کام لے لیا، دوسرے نے کھال نکالنا، کوئی پکانے کا ذمہ دار ہو گیا، رسول خدا صلی اللہ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک عورت پہلی سے پیدا کی گئی ہے، تمہارے لئے کسی طرح سیدھی نہیں ہو سکتی، لہذا اگر تم اس سے نفع حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کے ٹیڑھے پن کے ساتھ ہی نفع حاصل کر سکتے ہو اور اس کو سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ ڈالو گے اور اس کو توڑنا طلاق دے دینا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کی عادتیں صحیح نہیں ہو سکتی ہیں، کچھ نہ کچھ دل دکھانے والی باتیں، تکلیف دینے والی حرکتیں اس کی طرف سے سرزد ہوتی ہی رہیں گی، یہ مرد کی سمجھ اور دینداری کی دلیل ہے کہ عورت سے نباہ کرنا رہے اور اس کی اذیتوں کو سہتا رہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کامل ایمان والوں میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو اچھے سے اچھے اخلاق والے ہوں اور اپنی بیوی کے ساتھ سب سے زیادہ نرم طبیعت ہوں۔

رفیق سفر کے حقوق

سفر میں تمہا جانے سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور سفر کے ساتھیوں کی خبر گیری اور ان کی راحت رسانی کی بڑی تاکید فرمائی ہے، بلکہ یہاں تک فرمایا ہے کہ سفر میں وہی سردار ہے جو سفر میں ساتھیوں کی خدمت کرے۔ جو شخص اپنے ساتھیوں سے خدمت میں بڑھ گیا تو اس کے ساتھی کسی عمل کے ساتھ اس سے

منافق کی خصالتیں

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار عادتیں جس کسی میں ہوں تو وہ خالص منافق ہے اور جس کسی میں ان چاروں میں سے ایک عادت ہو تو وہ (کلمی) کفار میں سے ہے۔ جب تک کہ اسے نہ چھوڑ دے۔ (وہ یہ ہیں) جب اسے اس میں جانا جائے تو (امانت میں) خیانت کرے۔ بات کرنے وقت جھوٹ بولے۔ اور جب (کلمی سے) عہد کرے تو اسے پورا نہ کرے۔ اور جب (کلمی سے) لڑے تو گالیوں پر اتر آئے۔ حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”منافق کی علامتیں تین ہیں: جب بات کرے، جھوٹ بولے۔ جب وعدہ کرے، اس کے خلاف کرے۔ اور جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔“ (بخاری، کتاب الایمان ۱۲۲)

رزق کی قدر دانی

کھانے پینے کی اشیاء کے تعلق سے اس فراوانی اور بہتات کے دور میں اس کی ناقدری اور بے حرمتی ایک عام سی بات ہو گئی، بچے ہوئے کھانے کو محفوظ رکھ کر اس کے استعمال کو معیوب گردانا جاتا ہے، بلکہ یہ کہتا بے جا نہ ہوگا کہ مغرب کی اندھی تقلید نے جہاں اقدار کے بہت سارے پیمانے بدل دیے ہیں، اسی طرح کھانے کے پچانے اور اس کے پلیٹ میں رکھ چھوڑنے کو ایک مہذب عمل سمجھا جاتا ہے اور پلیٹ کی مکمل صفائی اور پلیٹ کے یقیناً ریزوں کے استعمال اور اس کے کھالینے کو حقیر تر باور کیا جاتا ہے اور خصوصاً شادی بیاہ کے مواقع پر اسراف و فضول خرچی کے وہ نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں اور رزق کی بے حرمتی کے وہ مناظر نگاہوں سے گزرتے ہیں کہ الامان والحفیظ! اسراف و فضول خرچی کا ایک طومار ہوتا ہے، مختلف کھانوں کی ڈشز نے تقاریب کے موقع پر رزق کی ناقدری کو بڑھا دیا ہے، مختلف نوع کے کھانے اور ہر ایک سے کچھ کچھ لینے کی نیت نہ جانے کس قدر رزق کی

بے حرمتی اور اس کی ناقدری کی وجہ بنتی ہے! اگر ہم یہ ارادہ کر لیں کہ ہم رزق کی قدر کریں گے تو کتنے غریبوں کے بھوک کا علاج اور ان کے فاقوں کا مداوا ہو سکتا ہے اور کتنے نان شبینہ کے محتاج اور سکتے بلکتے اور فاقہ زدہ گھرانوں کی خوشیاں عود کر آ سکتی ہے! انسانیت اور شہرت اور جاہ کی طلب نے بالکل اندھا کر دیا ہے، سوائے اپنی انا کی تسکین کے ہمیں کچھ دکھائی نہیں دیتا اور لوگوں میں اپنی شان جتانے اور صرف ناک اونچی کرنے کی خاطر ہمیں رزق کی ناقدری اور بے حرمتی منظور ہے اور اللہ کے غضب کو دعوت دینا منظور ہے، لیکن اپنی شان نہ جانے، شخصیت پر آنچ نہ آئے۔

میری نگاہوں سے رزق کی قدر دانی کے تعلق سے دو واقعات گزرے، انہیں کی روشنی میں اس گناہ عظیم اور ہمارے معاشرے کے اس عظیم روگ کے تعلق سے نشاندہی کرنا چاہتا ہوں، خدا را ان واقعات کو عبرت کی نگاہ سے پڑھئے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

صاحب نے اپنی کتاب ذکر و فکر میں ایک مرتبہ میرے والد حضرت مولانا سید اصغر حسین (جو میاں صاحب کے نام سے مشہور تھے) کے گھڑ ملاقات کے لئے گئے۔ کھانے کا وقت آ گیا تو بیٹھک میں دسترخوان بچا کر کھانا کھایا گیا، کھانے سے فارغ ہونے پر والد صاحب دسترخوان سمیٹنے لگے، تاکہ اسے کہیں جھک آئیں، حضرت میاں صاحب نے پوچھا، یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ والد صاحب نے عرض کیا: حضرت! دسترخوان سمیٹ رہا ہوں تاکہ اسے کسی مناسب جگہ پر جھک دوں۔ میاں صاحب بولے: کیا آپ کو دسترخوان سمیٹنا آتا ہے؟ والد صاحب نے عرض کیا: کیا یہ بھی کوئی فن ہے؟ میاں صاحب نے جواب دیا، جی ہاں! یہ بھی ایک فن ہے اور اسی لئے میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو یہ کام آتا ہے یا نہیں؟ والد صاحب نے درخواست کی کہ حضرت! پھر تو یہ فن ہمیں بھی سکھا دیجئے۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ آئیے! میں آپ کو یہ فن سکھاؤں۔ یہ کہہ کر انہوں نے دسترخوان پر بچی ہوئی بوٹیاں الگ کیں، ہڈیوں کو الگ جمع کیا، روٹی کے جو بڑے ٹکڑے بچ گئے تھے، انہیں چن چن کر الگ اکٹھا کر لیا، پھر فرمایا کہ میں نے ان میں سے ہر چیز کی الگ جگہ مقرر کی ہوئی ہے۔ ان ہڈیوں کی الگ جگہ مقرر ہے، کتے کو وہ جگہ معلوم ہے اور وہ وہاں آ کر یہ ہڈیاں اٹھا لیتا ہے اور روٹی کے

یہ کلڑے میں فلاں جگہ رکھتا ہوں، وہاں پر بندے آتے ہیں اور یہ کلڑے ان کے کام آتے ہیں اور یہ جو روٹی کے بہت چھوٹے چھوٹے کلڑے ہیں، یہ میں چینیوں کے کسی ٹلی کے پاس رکھ دیتا ہوں اور یہ ان کی غذا بن جاتی ہے اور پھر فرمایا یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کا رزق ہیں، ان کا کوئی حصہ اپنے امکان کی حد تک ضائع نہیں ہونا چاہئے۔
(ذکر و فکر، ص: ۲۳۳)

اس وقت پیسوں اور مال و دولت کی فراوانی میں جو ہم رزق کے ضیاع اور بے حرمتی کے نقوش پیش کر رہے ہیں، کبھی خدا نخواستہ احوال زمانہ ہمیں نکال اور بالکل غریب اور نہت اور مفلس نہ کر دیں۔

ایک عربی ادیب محمد بن عبدالعزیز نے رزق کی حرمت اور پاس داری کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنے پڑوسی کو عصر کی نماز کے بعد کوڑے دان کے پاس اس میں سے کچھ لے کر اپنے گھر جاتے دیکھا تو اس کو یہ اندیشہ ہوا کہ شاید یہ شخص محتاج اور نادار ہے اور مجھے اس کا پتہ بھی نہیں، چنانچہ میں نے اس سے ملاقات اور اس کے احوال کی جان کاری اور کوڑے دان سے اسے کچھ اٹھاتے جو دیکھا تھا اس سے متعلق پوچھنے کا ارادہ کیا۔ جب میں اس سے ملاقات کی غرض سے اس کے پاس گیا تو وہ بہترین سخی اور مالدار کی حالت میں تھا۔ میں نے اس سے کوڑے دان سے کھانے اٹھانے کے

متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں نے کوڑے دان میں کھانے کے قابل کھانے کو پڑا دیکھا تو اچھا نہیں لگا، میں نے اس کو اٹھانے اور اس غلیظ جگہ میں پڑے رہنے کے بجائے اس کے کرام میں بہتری سمجھی۔

اس نے بتایا کہ ایک دفعہ میں فاقہ کی شدید حالت سے گزارا، تب سے میں نے یہ عہد کیا ہے کہ میں کھانے اور رزق کی بے حرمتی نہیں کروں گا۔ میرے ساتھ قصہ کچھ یوں درپیش ہوا کہ مکہ میں مجھے ایک سال بالکل فاقے میں گزارنے پڑے، نہ میرے پاس کوئی پیسہ تھا اور نہ مجھے کوئی کام مل پارہا تھا میں صبح کام کی تلاش میں نکلتا اور رات میں کچھ کام نہ ملتا تو گھر آ کر سو جاتا، میری بیوی اور بیٹی روزانہ اس انتظار میں ہوتیں کہ میں کچھ لے آؤں اور ان کی بھوک کا مداوا کروں۔ جب معاملہ حد سے گزرنے لگا اور تین دن فاقہ میں گزر گئے تو میں نے بھوک مٹانے کی خاطر اپنی حسین و جمیل اور اکلوتی بیٹی کو فروخت کرنے کا ارادہ کیا، اس کو بنا سنوار کر بازار لے گیا، ایک دیہاتی کی نظر لڑکی پر پڑی، اس نے لڑکی کو دیکھا تو اسے پسند آ گئی، اس نے مجھ سے لڑکی کے تعلق سے بھاؤ تاؤ کیا، چاندی کے بارہ ریال پر راضی ہو گیا، جیسے ہی میں نے درہم اس کے ہاتھ سے لئے تو اس کو لے کر کھجور کے بازار کی جانب دوڑ پڑا۔ پیٹ بھرنے کی خاطر کھجور کی ایک زنبیل دو ریال کے عوض خریدی

اور ایک قلی کو اس کے اٹھانے کے لئے خرید لیا، بھوک کی شدت کی وجہ سے مجھے اس کے اٹھانے کی طاقت نہ تھی۔ میں اس سے پہلے گھر پہنچ گیا، گھر پہنچنے پر پیچھے دیکھا تو قلی نظر نہیں آیا، میں اس کی تلاش میں نکل پڑا، پھر بھی میں نے سوچا میں بازار جا کر دوسری کھجور خرید لیتا ہوں، میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو وہ بقیہ ریال بھی گم ہو گئے تھے، مجھ پر بہت زیادہ مایوسی اور غم طاری ہو گیا، میں نے حرم شریف میں جانے کا عزم کیا، جب میں مطاف میں پہنچا تو وہ دیہاتی میری لڑکی کے ساتھ نظر آیا، میرے دل میں خیال آیا کہ جب یہ مکہ سے نکلے گا تو وہاں کسی گھائی میں گھات لگا کر اس کو قتل کر کے اس سے اپنی لڑکی کو آزاد کرالوں گا، میں طواف کر رہا تھا تو وہ مجھے نظریں چرا کر دیکھنے لگا، اس کی آنکھیں میری آنکھوں سے مل گئیں۔ بتاؤ یہ لڑکی کون ہے؟ میں نے کہا: یہ میری باندی ہے، اس نے کہا: نہیں! یہ تیری بیٹی ہے، میں نے اس سے پوچھا ہے، اس لڑکی نے کہا: یہ میرے والد ہیں۔ اس نے کہا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا: ہم تین دن سے فاقہ سے تھے، موت کے اندیشے اور ہم تینوں کی ہلاکت کے خوف سے میں نے ایسا کیا۔ پھر میں نے لڑکی کی قیمت اور اس کے گم ہو جانے کے تعلق سے اس کو بتلایا کہ مجھ کو اس رقم سے کوئی نفع نہیں ہوا۔

(بقیہ..... صفحہ..... ۲۹..... پر)

جمع کرے اور یقین رکھے کہ جو بھلائی کرے
گا خدا اسے دیکھ رہا ہے، ادھر سے بھلائی کا
جواب ضرور بھلائی کی صورت میں ملے گا۔

بخاری شریف اور دیگر کتب حدیث میں
احسان کا مفہوم یہ بیان ہوا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ
کی اس طرح بندگی کریں گویا کہ آپ اللہ تعالیٰ
کو دیکھ رہے ہیں، اگر یہ درجہ حاصل نہ ہو سکے تو
یہ اعتقاد یقین بہر حال ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ
آپ کو دیکھ رہے ہیں۔

ایتلہ ذی القربیٰ: مذکورہ دونوں
خصلتوں (عدل و احسان یا انصاف و
مروت) کے مفہوم و مصداق میں ایک گونہ
وسعت تھی، انسان کی اپنی ذات، خویش و
بیگانہ اور دوست و دشمن سب سے متعلق تھیں،
ان خصلتوں کے بعد ذوی القربیٰ کو خاص طور
پر ذکر کر کے متنبہ فرمایا کہ عدل و انصاف تو
سب کے لئے یکساں ہے، لیکن مروت و
احسان کے وقت بعض مواقع بعض وجہ سے
زیادہ رعایت و اہتمام کے قابل ہیں،
ہمدردی اور مروت و احسان میں اجانب کی یہ
نسبت اقارب کا حق کچھ زیادہ ہے، اللہ تعالیٰ
نے قرابت داری کے باہمی تعلقات قائم
فرمائے ہیں، ان کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے،
بلکہ صلہ رحمی ایک مستقل نیکی ہے، اقارب و
ذوی الارحام کے لئے درجہ بدرجہ بجالانی
چاہئے، تاکہ قدرت کے قائم کئے ہوئے
قوانین کی رعایت ہو اور فرق مراتب کی
ترتیب برقرار رہے۔

احادیث مبارکہ کے مطابق رشتہ

اصلاح امت کے چتر آنی اصول

ضرورت ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا
علامہ شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ کے بقول
اس کا مختصر سا اندازہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ اس
آیت میں تین چیزوں کا حکم فرمایا۔ ۱- عدل۔
۲- احسان۔ ۳- ایتام ذی القربیٰ اور منع بھی
تین چیزوں سے فرمایا: ۱- فحشاء۔ ۲- منکر۔
۳- اور نفی۔

عدل کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے تمام
عقائد، اعمال، اخلاق، معاملات اور
جذبات، اعتدال و انصاف کے ترازو میں
تلے ہوئے ہوں، افراط و تفریط سے کوئی پہلو
جھکنے یا اٹھنے نہ پائے۔ سخت سے سخت دشمن
کے ساتھ بھی معاملہ ہو تو انصاف کا دامن ہاتھ
سے نہ چھوٹے۔ اس کا ظاہر و باطن یکساں ہو،
جو بات اپنے لئے پسند نہ کرتا ہو اپنے بھائی
کے لئے بھی پسند نہ کرے۔

احسان: احسان کی بابت فرماتے ہیں
کہ ”احسان کے معنی یہ ہے کہ انسان بذات
خود نیکی اور بھلائی کا پیکر بن کر دوسروں کا بھلا
چاہے، مقام عدل و انصاف سے ذرا بلند ہو کر
فضل و عناد و تملط و ترحم کی خواہش اختیار کرے،
فرض ادا کرنے کے بعد تطوع و تبرع کی طرف
قدم بڑھائے، انصاف کے ساتھ مروت کو

قرآن کریم میں ہے:
(إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ
وَالْإِحْسَانِ وَآيْتَهُ ذِي الْقُرْبَىٰ وَ
يَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ
يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ)
ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے انصاف
کرنے اور بھلائی کرنے کا اور قرابت داروں
کو دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی سے اور
نامعقول کام کرنے سے اور سرکشی سے، تم کو
سمجھاتا ہے، تاکہ تم یاد رکھو۔“

یعنی قرآن کریم میں تمام علوم ہدایت،
اصول دین اور فلاح دارین سے متعلق
ضروری امور کا نہایت مکمل اور واضح بیان
موجود ہے۔ اس لئے کہ قرآن کریم کی ایک
صفت ”تَبَيَّنَ الْكُلَّ شَيْءٍ“ ہے، لہذا
مندرجہ بالا آیت کریمہ کے اس دعویٰ کی ایک
روشن دلیل ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن
مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ
نے ہر ایک خیر و شر کے بیان کو اس آیت میں
اکٹھا کر دیا ہے، یعنی کوئی اچھا یا برا عمل ایسا
نہیں ہے جو ان چھ امور سے باہر رہ گیا ہو،
علماء فرماتے ہیں کہ اس آیت کی جامعیت
سمجھانے کے لئے ایک مستقل تصنیف کی

داروں کی مالی اعانت سب سے افضل صدقہ ہے، کیونکہ اس میں دوہرا اجر ہے، ایک تصدق و انفاق (خرچ کرنے) کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔

فخشاء: حیا کی ضد ہے، احادیث مبارکہ میں ہر قسم کی قوی و فعلی بے حیائی کی قباحت و شاعت اور ممانعت موجود ہے۔

علماء کی اصطلاح میں ”فخشاء“ سے مراد وہ بے حیائی کی باتیں ہیں جن کا باعث شہوت و بھیمیت کی افراط ہو۔

فکر: معروف کی ضد ہے یعنی وہ نامعقول کام جن کو فطرت سلیمہ اور عقل صحیح قبول نہ کرے، ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق ”مکر“ کا خاتمہ اور انسداد ہر مسلمان پر حسب استطاعت لازم ہے، اس استطاعت کے تین درجات ہیں:

۱- مکر کے خاتمہ و انسداد کے لئے قوت و طاقت اور زور و بازو سے کام لیا جائے۔

۲- اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اصلاح و انقلاب اور تبدیلی کے لئے زبانی ناصحانہ و مصلحانہ کردار ادا کیا جائے۔

۳- اگر استطاعت کے یہ دونوں

درجے میسر نہ ہوں، ماحول و معاشرہ کا جبر و استحصال زوروں پر ہو تو ایمانی حرارت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس برائی پر قلبی ناپسندیدگی اور لائقیت کا اظہار کرے اور دل میں یہ عزم رکھے کہ توفیق میسر آنے پر مکر کے خاتمہ کے لئے پہلے دو درجات پر عمل کروں گا۔

تبی: یعنی بعات و سرکشی جو اطاعت و

فرمانبرداری کی ضد ہے، یہ قوت غصیبہ سہیجہ (درندہ صفتی) کا شاخسانہ نتیجہ ہوتی ہے۔ یعنی سرکشی کر کے حد سے نکل جانا، ظلم و تعدی پر کمر بستہ ہو کر درندوں کی طرح انسانیت سے ہٹ کر درندگی کا مظاہرہ کرنا اور دوسروں کی جان و مال اور عزت و آبرو پر ناجائز دست درازی کرنا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر تاکید کے ساتھ فرمایا تھا کہ تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس دن (عرفہ) میں، تمہارے اس مہینہ (ذی الحجہ) میں اور تمہارے اس شہر (مکہ) میں حرام ہیں، یعنی جس طرح تم عرفہ کے دن، ذی الحجہ کے مہینے اور مکہ مکرمہ میں قتل و عارت گری اور لوٹ مار کو حرام سمجھتے ہو، اسی طرح ہمیشہ کے لئے اور ہر جگہ ہر ایک مسلمان کی جان و مال دوسرے مسلمان پر حرام ہے، لہذا تم اس سے کوئی، کسی وقت اور کسی جگہ، کسی کا خون نہ کرے، کسی کا مال چوری و دغا بازی سے نہ کھائے اور کسی اور کو جانی اور مالی تکلیف میں مبتلا نہ کرے۔

یوم نحر (دسویں ذی الحجہ) کے خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان و مال کے ساتھ اعراض (عزت و آبرو) کو بھی شامل فرمایا اور مزید تاکید سے احساس دلایا کہ دیکھو! حقیر تمہارے رب سے تمہاری ملاقات ہوگی اور وہ تمہارے اعمال پر باز پرس کرے گا، خبردار! تم لوگ میرے بعد گمراہی

اختیار نہ کرنا۔

حاصل یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ میں تین امور بجالانے اور تین اشیاء سے احتراز کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر کوئی مسلمان ان تین خصائل حمیدہ سے آراستہ اور ان تین رذائل سے بے گانہ ہو جائے تو وہ نہ صرف ملکوتی اوصاف اور انسانی تہذیب کے کمال پر فائز ہو جائے گا، بلکہ سرکارِ انبیاء اور رازِ جاودانی سے ہمکنار ہو کر اپنی تخلیق کے مقصد پر پورا اترنے والا شمار ہوگا، بصورت دیگر دنیا کی بے سکونی اور آخرت کی شرمندگی و زسوانی اس کا مقدر ہوگی۔

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی
مذکورہ بالا آیت کریمہ کے ضمن میں مفسرین عظام نے حضرت ائیم بن صفی کا واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت ائیم ایک قوم کے سردار تھے، جب ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و نبوت کی نوید مسعود پہنچی تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و ملاقات کا عزم ظاہر فرمایا، رعایا نے انہیں روکا کہ احوال کی دریاغلی سے قبل آپ کا وہاں تشریف لے جانا قرین مصلحت نہیں، چنانچہ قوم کے دو منتخب افراد حضرت ائیم کا مقصد لے کر دربارِ نبوت میں حاضر ہوئے اور مختصر وقت میں اپنے سردار کا مختصر سوال نامہ پیش کیا کہ:

۱- من انت، ومانت؟ یعنی آپ کیا کون ہیں؟ اور مصلحا کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نسبی شرف و امتیاز سے بے نیاز

ہو کر جواب دیا: "انا محمد بن عبد اللہ" یعنی اسم گرامی اور ولدیت پر اکتفا کیا اور دوسرے سوال کے جواب میں فرمایا: "وانا عبد اللہ ورسولہ" یعنی میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی، ان کے اصرار پر دوبارہ تلاوت فرمائی، یہاں تک کہ انہیں یاد ہوگئی، جب حضرت ائٹم رضی اللہ عنہ کے یہ نمائندہ اپنی

جنتو میں کامیاب و کامران ہو کر واپس اپنی قوم کی طرف لوٹے اور دربار ائٹم رضی اللہ عنہ میں سوال نامہ کے جواب پر مستزاد یہ آیت کریمہ بھی سنائی تو اس آیت کی جامعیت ان پر اس قدر اثر انداز ہوئی کہ حضرت ائٹم رضی اللہ عنہ کی دل کی دنیا میں ایک زلزلہ سا برپا ہو گیا اور کفر و شرک کے شعلے یک دم سرد ہو گئے اور کفر کا ظلمت کدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنیوں کے لئے بے تاب ہو گیا اور کہنے لگے کہ چونکہ اس شخص کی تعلیمات میں مکارم اخلاق کی ہدایت اور اخلاقِ ذلیلہ سے دوری کا درس ہے، اس لئے ان تعلیمات کو اختیار کرنے کے لئے دوسری اقوام کے انتظار اور ان کی متابعت کے بجائے تقدیم و سبقت کی سعادت حاصل کرو، چنانچہ حضرت ائٹم بن مثنیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی پوری قوم مشرف باسلام ہو گئی۔ (رضی اللہ عنہ و عنہم)

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی قیمت انتہائی کم (فی شمارہ صرف بیس روپے اور سالانہ خریداری-200/ روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے پیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریداری بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریداری اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقم "ادارہ رضوان" کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زر سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ اور منی آڈر فارم بھی روانہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ یاد دہانی ہو سکے۔

یاد رکھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ "رضوان" خریدنا نہیں چاہتے، جب بھی خط لکھ کر یا بذریعہ فون اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔ نیز اپنا خریداری نمبر یا جس نام سے رسالہ جاری ہے وہ پتہ صاف اور خوشخط ضرور لکھیں۔ آپ کا تعاون اس دینی سستی و کاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور "رضوان" کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کیلئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

قارئین رضوان سے گزارش ہے وہ اپنا سالانہ چندہ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں جمع کر سکتے ہیں۔

Bombay Mercantile Co-operative Bank, Lucknow-18

Name of Account "RIZWAN MONTHLY", Account No. : 205110100005299

IFSC Code : UTIBOSBMCBI

نوٹ: رقم ڈالنے کے بعد دفتر کو مطلع ضرور کریں ورنہ رقم آپ کے کھاتے میں منتقل نہ ہوگی۔ اس نمبر پر مطلع کریں Cantt. No. : 9415911511

خیر امت کے بدترین حالات

اسباب اور حل

کہتے ہیں جسے دنیا میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جائے، دیگر اقوام جسے نمونہ بنائیں، اس کی پیروی (Follow) کی جائے، اس کی تہذیب کو اپنایا جائے۔ نیز وہ ایسی امت ہو کہ خوش حالی کی زندگی گزارے، تمام طرح کی دنیاوی پریشانیوں سے مامون و محفوظ ہو۔

ان میں سے کوئی چیز بظاہر امت مسلمہ میں دیکھنے کو نہیں ملتی، جس کی وجہ سے ذہن میں یہ سوال گردش کرتا ہے کہ مسلمان ”بہترین امت“ کیسے ہیں؟ جب کہ ہمارا کامل ایمان راسخ عقیدہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے فرمان میں کسی طرح کے شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (ومن اصدق من اللہ قیلاً) اللہ سے زیادہ سچی بات کس کی ہوگی۔

دراصل یہ جملہ کہ ”تم بہترین امت ہو“ اللہ تبارک و تعالیٰ کا دعویٰ محض نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ”خیر امت“ کی علت اور اس کا سبب یا کہیے کہ اس کی شرط اور وصف بھی بیان کیا ہے، اب ہمیں غور کرنا چاہئے کہ امت میں یہ وصف باقی ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ اگر اللہ کی طرف سے بیان کردہ شرط امت میں باقی نہ ہو تو یہ امت ”مقام خیریت“ پر کیسے برقرار رہ سکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام میں اس امت کے ”بہترین“ ہونے کا راز یہ بیان فرمایا ہے: (اخرجت للناس) یعنی یہ امت دوسرے لوگوں کی مصلحتوں کے لئے پیدا کی گئی ہے، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اس

عزت و آبرو اور دینی ولی شخص سب داؤ پر ہیں، مسلمانوں کے اقتصادی ذرائع بھی نشانہ پر ہیں، جان بھی خطرے میں ہے، عزت و آبرو بھی پامالی کی دلہیز پر ہے اور دین و مذہب تو اغیار کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح چھ رہا ہے۔ تمام اقوام عالم نے یک زبان ہو کر دہشت گردی کو اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ جوڑ دیا ہے، جس کی وجہ سے ہر جگہ کے مسلمان شک کی نگاہ سے دیکھے جا رہے ہیں، نیز مذہبی اور حضی تشدد کے بھی شکار ہو رہے ہیں۔

ایک جانب مسلم امت کی پوری دنیا میں یہ بدترین حالت ہے، جس سے بالکل صاف اور واضح نظر آتا ہے کہ اس وقت سب سے زیادہ پریشان، مصیبت زدہ، بدنام اور پست (Back word) مسلمانوں کے علاوہ کوئی دوسری قوم نہیں، دوسری جانب ہم قرآن کریم میں دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حوالے سے ارشاد فرماتا ہے: ”تم بہترین امت ہو“ یعنی دنیا کی سب سے اچھی امت ہو، حالانکہ سب سے اچھی امت اسے

ایک طائرانہ اور سرسری نگاہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے موجودہ احوال پر ڈالی جائے، برما ہو یا شام، فلسطین ہو یا افغانستان، افریقہ یا امریکہ، عراق ہو یا یمن، ہر ملک اور دنیا کے ہر خطہ میں مسلم قوم تاریخ کے بدترین دور سے گزر رہی ہے، پورا کرۂ ارض مسلمانوں کے خون سے رنگین کیا جا رہا ہے، دنیا کا یہ گھر وندہ اور یہ سیاہ ارضی ہر طرف سے مسلمانوں کی آہ و بکا اور چیخ و پکار سے گونج رہا ہے، اس دور ظلم و ستم میں مسلمان کا خون سب سے آسان اور ارزاں ہو گیا ہے، نیز دنیا کے کسی گوشہ سے بھی مسلمانوں کی ہمدردی اور حمایت میں کوئی آواز نہیں اٹھ رہی ہے۔

ایک منظم اور گہری سازش کے ساتھ دنیا کے ہر اباد خطہ میں امت مسلمہ کو نشانہ بنایا جا رہا ہے، ایسا لگتا ہے کہ تمام اقوام عالم نے کوئی ٹھوس اور انتہائی خطرناک معاہدہ اور اتفاق کیا ہو، جس معاہدہ پر دنیا کی ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام طاقتیں عمل پیرا نظر آتی ہیں۔ امت مسلمہ کی جان و مال،

امت کو اس دنیا میں اس لئے بھیجا گیا ہے تاکہ وہ تمام انسانیت کی فکر لے کر زندگی گزارے، یہ کتنا ہمہ گیر مفہوم ہے اور اس چھوٹے سے جملہ میں اللہ تعالیٰ نے کتنی بڑی ذمہ داری اس امت کے کاندھے پر ڈالی ہے، یہ مختصر سا جملہ پوری زندگی، پوری انسانیت اور اس کی تمام تر ذمہ داریوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے، اب غور کریں کہ اس امت میں ہر عضو اور جذبہ اور اس کی عملی شکل باقی رہی یا نہیں؟ یہ آیت ہمیں دعوت محاسبہ دیتی ہے اور زندگی کے صرف چند گوشوں کا محاسبہ نہیں، بلکہ ایک ہمہ جہت محاسبہ کی دعوت دیتی ہے، جو تمام شعبہ جات زندگی کو محیط ہو۔ محبت کا جنوں باقی نہیں ہے مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے صفیں کج، دل پر بیٹیاں، سجدہ بے ذوق کہ جذبہ اندروں باقی نہیں ہے اس آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ یہ امت اپنے لئے، اپنی خواہشات پوری کرنے کے لئے، صرف اپنی زندگی جینے کے لئے اور صرف اپنے آپ سے مطلب رکھنے کے لئے پیدا نہیں کی گئی، بلکہ اس امت کی خصوصیت یہ ہے کہ تمام اقوام اور مخلوقات اپنی زندگی جینے کے لئے پیدا کی گئی ہیں اور یہ امت دوسروں کی بھودگی کی فکر کے لئے پیدا کی گئی ہے، اپنی زندگی تو ایک جانور بھی جی لیتا ہے، اس امت کا امتیاز یہ ہے کہ اسے ایک بڑی ذمہ داری دے کر بھیجا گیا ہے، ایک ہمہ گیر، ہمہ جہت ذمہ داری اور وہ ہے زندگی

کے تمام شعبوں میں دیگر لوگوں کی فلاح و بھودگی کی فکر کرنا۔

اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں اور اس سے مراد صرف عبادات کی فکر نہیں ہے، بلکہ زندگی کے تمام مراحل کی فکر ہے، اس آیت کے مطابق مسلمانوں کو زندگی کے ہر شعبے میں لوگوں کی خدمت کرنی چاہئے، ان کی صحیح اور کامیاب راہنمائی کرنی چاہئے، نقصانات اور خسارہ سے انسانوں کو بچانا چاہئے، نیز آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”لوگوں کے لئے“ یہ نہیں فرمایا: ”مسلمانوں کے لئے“ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر صرف مسلمانوں کی ذمہ داری نہیں ڈالی، بلکہ تمام اقوام عالم کی کامیاب زندگی کا عظیم فریضہ اس امت کے حوالے کیا گیا ہے۔

یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ دنیا کی تمام اقوام کی، زندگی کے تمام شعبوں میں خدمت اور راہنمائی کرنا، تعلیم کے بغیر ممکن نہیں، لہذا اس سے یہ نتیجہ باآسانی نکلتا ہے کہ مسلمانوں کو دنیا کے تمام مباح اور جائز علوم و فنون میں مہارت حاصل کرنی چاہئے، کیونکہ اس کے بغیر کسی کی خیر خواہی اور اس کی صحیح راہنمائی اور اسے نقصانات سے بچانا ممکن نہیں، جب تک مسلمان تعلیم کے میدان میں نمایاں مقام حاصل نہیں کریں گے، وہ ”خیر امت“ کا فریضہ ادا نہیں کر سکتے اور ”آخر جنت للناس“ کی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔

اسی کے ساتھ دینی تعلیم کی جانب بھی توجہ اٹھانی ناگزیر ہے، کیونکہ مسلمانوں کے لئے اسلامی تعلیم وہی حیثیت رکھتی ہے، جو حیثیت روح کی جسم کے اندر ہے، جیسے روح کے بغیر جسم ایک لاش ہے، اسی طرح اسلامی تعلیم کے بغیر مسلمان بھی لاش ہے یا زندہ لاش کی طرح ہے، مسلمانوں کو اس دنیا میں رہبری اور قیادت کا فریضہ انجام دینا ہے، مگر دیگر اقوام کے تہذیبی دھارے میں ضم ہو کر اور ان کے تہذیبی بہاؤ میں بہہ کر نہیں، بلکہ یہ کام اسلامی شناخت اور پہچان کے ساتھ کرنا ہے، جیسے دنیا کی ہر ٹیم اپنی الگ شناخت کے ساتھ کام کرتی ہے، رضا کارانہ خدمت انجام دینے والے اداروں کے ممبران کی مستقل پہچان ہوتی ہے، فوج کی الگ پہچان ہوتی ہے، ڈاکٹرز کی الگ پہچان ہوتی ہے، لیجن جنسی ذمہ دار جماعتیں ہیں ان کی ایک الگ شناخت ہوتی ہے۔

اس طرح مسلمان عام لوگ نہیں ہیں، بلکہ ایک ذمہ دار ملت ہے، اور اس کی ذمہ داری ہمہ گیر بھی ہے، ہمہ جہت بھی ہے اور دائمی بھی، لہذا مسلمان کا اندرون بھی اسلامی تعلیمات سے، اخلاق سے اور عقائد سے پاکیزہ ہونا چاہئے اور ظاہری وضع قطع بھی اسلامی تعلیمات کے ساتھ آراستہ ہو، دیکھنے والے کو ایک مسلمان ہر اعتبار سے ممتاز لگے، ظاہر ہے، اخلاق سے، معاملات سے اور شب روز کے معمولات سے دیکھتے ہی معلوم ہو کہ یہ کوئی مسلمان ہے اور ہم دنیا کے اس سفر میں

ایسی خوبصورت مثال قائم کریں کہ دنیا والے ہمارے اخلاق و کردار کی مثال دیں، ہمارے لباس کی نقل اتاریں اور ہمارے دین و مذہب کو قدر کی نگاہوں سے دیکھیں۔

وضع میں تم ہونصاری تو تمدن میں ہنود یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود خلاصہ یہ کہ اس آیت کی روشنی میں مسلمانوں کی موجودہ پریشان حالی کے اسباب یہ ہیں کہ وہ لاشعوری اور غفلت کی زندگی گزار رہے ہیں، جب کہ انہیں اس ذمہ داری کے ساتھ دنیا میں بھیجا گیا ہے کہ وہ اس دنیا میں بسنے والے تمام افراد کے نفع و نقصان کی فکر کریں، مگر وہ اپنی ذاتی زندگی میں گھر کر

اپنی اس عظیم ذمہ داری کو بھول بیٹھے، دوسرا سبب یہ ہے کہ مسلمان تعلیمی اور فنی میدان میں بہت پیچھے رہ گئے اور تعلیم کے بغیر کسی قوم کی کسی بھی میدان میں صحیح راہنمائی کرنا محض خواب و خیال ہے، تیسرا سبب یہ ہے کہ دین سے ان کا رشتہ بہت کمزور پڑ چکا ہے، چنانچہ دینی تعلیمات، اسلامی طرز زندگی اور اسلامی اخلاق ان کی زندگی سے عطا ہو رہے ہیں، وہ دیگر اقوام کی لادینی تہذیبوں میں فنا ہو گئے ہیں۔

لہذا مسلمانوں کو ان تینوں اسباب میں غور کرنا چاہئے اور ان تینوں کی طرف سنجیدہ اقدامات کرنے چاہئے، ان شاء اللہ کا میابی و کامرانی ان کا مقدر ہوگی اور زمین کی

سربراہی اور دیگر اقوام کی قیادت و سیادت انہیں حاصل ہوگی، وہ ایک قائم امت بن کر دوبارہ سے ابھر سکیں گے اور پوری دنیا انہیں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے گی، اللہ کا پاک ارشاد ہے: لا تهنوا ولا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔ (آل عمران، آیت: ۱۳۹) ”نہ آسندہ کے لئے ہمت ہارو اور نہ موجودہ اور گزرے ہوئے تکلیف وہ حالات پر غم کرو، تم ہی سربلند رہو گے، شرط یہ ہے کہ تم ایمان پر قائم رہو۔“

عالم ہے فقط مومن جانناز کی میراث مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے

○○○

رزق کی قدر دانی

بقیہ

تو اس دیہاتی نے کہا: اپنی لڑکی لے لو اور آسندہ ایسا نہ کرنا۔ اس نے ایک تھیلی نکالی، جس میں تیس ریال تھے، اس میں سے تقسیم کر کے آدھے مجھے دیے۔ میں بہت خوش ہوا، اس کے لئے اللہ سے دعا کی اور اس کے فضل و احسان پر اس کے گن گائے اور اپنی لڑکی کو لے کر بھجور خریدنے کے لئے بازار گیا تو مجھے وہ قلی نظر آیا، میں نے اسے پوچھا: تم کہاں تھے؟ اس نے کہا: چچا جان! آپ تو جلدی جلدی چل رہے تھے، مجھے تو راستہ ہی نظر نہ آیا، میں نے آپ کی تلاش کی بہت کوشش کی، تلاش بسیار کے بعد بازار واپس چلا آیا۔ میں نے کہا: وہ بھجور لے آؤ، جب ہم واپس ہو کر گھر میں داخل ہوئے اور

برتن میں بھجور خالی کرنا چاہا تو وہیں مشک کے نیچے وہ درہم موجود تھے۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور مجھے یہ علم ہو گیا کہ ہر جگہ کے بعد آسانی ہوتی ہے، پھر اس وقت سے یہ عزم کیا کہ ہمیشہ اللہ عز و جل کی نعمتوں اور اس کے رزق کی قدر دانی کروں گا اور نہ کبھی کھانے کو کوڑے دان میں یا گندگی میں پڑا رہنے دوں گا۔ (القصة القصیرة و دورحانی نشر رسالت الاسلام، الدکتور محمد فضل اللہ شریف)

یہ واقعہ رزق کی قدر دانی کے تعلق سے نہایت عبرت خیز ہے، رزق کی اہمیت کا اندازہ فاتحہ اور بھوک کی شدت میں ہی لگایا جاسکتا ہے، اس لئے رزق کی بے حرمتی اور ناقدری سے بچیں، اس کے ذریعہ غریبوں،

مسکینوں اور بھوکوں کی بھوک مٹانے کا نظم کریں، شادی بیاہ، دعوتوں اور تقاریب کے موقع سے اور ہوٹلوں میں رزق کے ضیاع سے حفاظت کر کے ہزاروں بھوکے لوگوں کے پیٹ بھرے جاسکتے ہیں، اس لئے آج ضرورت اس بات کی ہے کہ محض اپنی شان رکھنے کے لئے کھانے کے ضیاع اور اللہ کی نعمت کی ناقدری کرنے والے نہ بنیں، اللہ کی ناراضگی اور اس کی نعمت کی ناقدری کہیں اس کے غضب کے نزول کا سبب نہ بن جائے اور ہم سے بھی اس نعمت کی ناقدری کی وجہ سے وہ نعمت چھین نہ جائے اور ہمیں بھی برے اور بھیا تک احوال سے گزرنا نہ پڑے۔

○○○

کتب سیر میں متعدد روایتیں ملتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو دینی علوم کے علاوہ طب، تاریخ اور شعروادب میں بھی دستگاہ حاصل تھی۔

فی الحقیقت حضرت عائشہ صدیقہؓ کا پایہ علم و فضل اتنا بلند تھا کہ اس کو بیان کرنے کے لئے سیکڑوں صفحات درکار ہیں۔ یہاں ہم اسی قدر لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ بہت سے اہل سیر کے نزدیک علمی کمالات، دینی خدمات اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وارشادات کے نشر و اشاعت کے اعتبار سے صدیقہ کبریٰؓ کا کوئی حریف نہیں ہو سکتا۔ اگر انہیں ”عمدہ امت“ کہا جائے تو اس میں مطلق کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے تلامذہ اور مستفیدین کی تعداد دو سو کے لگ بھگ بیان کی جاتی ہے جن میں متعدد اکابر صحابہ کے علاوہ تابعین کی ایک بڑی تعداد شامل تھی۔ ان میں سے کچھ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابومویٰ اشعریؓ، حمر الامت حضرت عبداللہ بن عباسؓ، فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت بریرہؓ، عروہ بن زبیرہؓ، قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ، ابوسلمہ بن عبدالرحمنؓ، مسروق بن اجدعؓ، معاذہ بنت عبداللہ الحدادیہؓ، صفیہ بنت شیبہؓ، عمرو بنت عبدالرحمنؓ، عائشہ بنت طلحہؓ، امام تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ جو حدیث روایت کرتیں اکثر اس کا پس منظر اور

طالب الہاشمی

ام المومنین

حضرت عائشہ صدیقہؓ

ایک عظیم مرکز بنی رہیں۔ ان سے ۲۲۱۰ (دو ہزار دو سو دس) حدیثیں مروی ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ احکام شریعہ کا ایک چوتھائی حصہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے منقول ہے۔

بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ہر قسم کے مسائل پوچھا کرتے تھے۔ حضرت ابومویٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو کوئی مشکل ایسی پیش نہ آئی جس کا علم حضرت عائشہؓ کے پاس نہ ہو۔ یعنی ہر مسئلہ کے متعلق انہیں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ معلوم تھا۔ حضرت عروہ بن زبیرؓ کا قول ہے کہ میں نے قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ اور علم الانساب میں ام المومنین حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

احف بن قیس اور وی بن طلحہ کا قول ہے کہ حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر میں نے کسی کو فصیح اللسان نہیں دیکھا۔

حضرت معاویہؓ کا قول ہے کہ ہم نے حضرت عائشہؓ سے زیادہ بلیغ، زیادہ فصیح اور زیادہ حیرت فہم کوئی خطیب نہیں دیکھا۔

جب حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ازدواجی زندگی کے نو برس گزر گئے تو آقائے دو جہاں مرض وفات میں مبتلا ہوئے۔ حضورؐ تیرہ دن علیل رہے۔ ان تیرہ دنوں میں پانچ دن دیگر ازواج کے ہاں قیام فرمایا اور آٹھ دن حضرت عائشہؓ کے ہاں رہے۔ شدت مرض میں کمزوری کی وجہ سے حضورؐ اپنی سواک حضرت عائشہؓ کو دیتے وہ اپنے دانتوں میں چبا کر نرم کرتیں اور پھر حضورؐ استعمال فرماتے۔

۹ یا ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو سرور کوئین صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اطہر نے عالم قدس کی طرف پرواز کی۔ اس وقت حضورؐ کا سر مبارک حضرت عائشہ صدیقہؓ کی گود میں تھا اور پھر انہیں کے حجرہ مبارک کو حضورؐ کی ابدی آرام گاہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔

رحلت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر ۱۸ سال کی تھی۔ ۲۸ برس انہوں نے عالم بیوگی میں بسر کئے۔ اس تمام عرصہ میں وہ تمام عالم اسلام کے لئے زشد و ہدایت، علم و فضل اور خیر و برکت کا

اسباب و علل بھی بیان کر دیتیں، جو توجیہ آپ مکتب سے باور کرنے کے لئے دور از کار تا دیوبند کی ضرورت نہ پڑتی۔ ہمیشہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی حقیقی روح تک پہنچنے کی کوشش کرتیں۔ محدثین نے متعدد ایسی روایات نقل کی ہیں جن میں حضرت عائشہ صدیقہؓ نے دوسرے صحابہ سے اختلاف کیا ہے۔ ان میں سے کچھ روایات یہ ہیں۔

حضرت عائشہؓ کے سامنے کسی نے بیان کیا کہ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ تین چیزیں شخص ہیں، عورت، گھمراہ گھوڑا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ ابو ہریرہؓ نے آدمی بات سنی۔ جب ابو ہریرہؓ آئے تو نبی کریمؐ پہلا فقرہ فرما چکے تھے وہ یہ کہ ”یہودی کہتے ہیں: نخست تین چیزوں میں ہے، عورت، گھمراہ گھوڑا۔“

حضرت عمر فاروقؓ سے ایک روایت سماع موتی (فوت شدگان کا سننا) کے متعلق ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دریافت کرنے پر فرمایا: ”وہ تم سے زیادہ سنتے ہیں لیکن جواب نہیں دے سکتے۔“

جب حضرت عائشہؓ نے اس روایت کو سنا تو فرمایا عمر سے سنتے میں غلطی ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ نہیں تھا کیونکہ قرآن میں اس کے خلاف نص صریح موجود ہے کہ:

فانك لا تسمع الموتى (سورہ روم) و ما انت بسمع من فى القبور۔ (سورہ قاطر)

یعنی آپ مردہ کو نہیں سنا سکتے اور آپ نہیں سنانے والے ان کو جو قبروں میں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے تھے کہ ”مردے پر اہل خانہ کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔“ جب حضرت عائشہؓ نے یہ روایت سنی تو اس کے ماننے سے انکار کر دیا اور فرمایا حقیقت حال یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی کے جنازے پر گزرے۔ اس کے عزیز و اقارب رورہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا لوگ رورہے ہیں اور اس پر عذاب ہو رہا ہے (یعنی وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت رہی ہے) اس کے بعد فرمایا کلام مجید میں واضح ارشاد ہے:

”کوئی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔“

حضرت ابوسعید خدریؓ ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ جب ان کا وقت وقات قریب آیا تو انہوں نے نئے کپڑے منگا کر پہنے اور فرمایا کہ ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسلمان جس لباس میں مرے گا اسی میں اٹھایا جائے گا۔“

حضرت عائشہؓ نے سن کر فرمایا: خدا ابوسعیدؓ پر رحم کرے۔ لباس سے حضورؐ کی مراد اعمال تھے۔“

حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے نماز عصر اور نماز فجر کے بعد کوئی نماز یعنی نفل و سنت بھی جائز نہیں۔“ بظاہر اس ممانعت کی

کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ جب حضرت عائشہؓ نے یہ روایت سنی تو فرمایا ”عمر کو وہم ہوا۔ حضورؐ نے صرف اس طرح نماز سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص آفتاب کے طلوع یا غروب کو تاک کر نماز نہ پڑھے (یعنی آفتاب پرستی کا شہ نہ ہو)“

فضائل اخلاق کے لحاظ سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کا رتبہ بہت بلند تھا۔ وہ بے حد فیاض، مہمان نواز اور غریب پرور تھیں۔ ایک بار حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان کو ایک لاکھ درہم بھیجے۔ انہوں نے اسی وقت سب رقم غریبوں مسکینوں میں تقسیم کر دی۔ اس دن روزے سے تھیں شام ہوئی تو خادمہ نے کہا ”ام المومنین کیا اچھا ہوتا آپ نے اس رقم سے کچھ گوشت ہی اظہار کے لئے خرید لیا ہوتا۔“ فرمایا: ”تم نے یاد دلایا ہوتا۔“

حضرت عروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے پاس ستر ہزار کی رقم آئی۔ انہوں نے ان (عروہ) کے سامنے کھڑے ساری رقم راہ خدا میں دے دی اور دو پٹہ کا گوشہ جھاڑ دیا۔

موطا امام مالکؓ میں ہے کہ حضرت عائشہؓ ایک دن روزے سے تھیں اور گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اتنے میں ایک سالک نے آواز دی۔ انہوں نے لوٹھی کو حکم دیا کہ یہ روٹی سالک کو دے دو۔ لوٹھی نے کہا، شام کو اظہار کس چیز سے کیجئے گا۔ ام المومنینؓ نے فرمایا، یہ تو اس کو دے دو۔ شام

ہوئی تو کسی نے بکری کا گوشت ہدیہ بھیج دیا۔ لوٹتی سے فرمایا، دیکھو اللہ نے روٹی سے بہتر چیز بھیج دی ہے۔

ام المومنین کی فیاضی کی کوئی حد نہیں تھی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جو ان کے بھانچے اور منہ بولے بیٹے تھے۔ اکثر ان کی خدمت کیا کرتے تھے۔ خالد کی فیاضی کو دیکھتے دیکھتے ایک دفعہ وہ بھی گھبرا گئے اور ان کے منہ سے نکل گیا کہ اب ان کا ہاتھ روکنا چاہئے۔ حضرت عائشہؓ کو معلوم ہوا تو وہ سخت ناراض ہوئیں اور قسم کھائی کہ اب ابن زبیرؓ سے کبھی نہ بولیں گی۔ ان کے ترک کلام نے طول پکڑا تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بہت گھبرائے اور بڑی مشکل سے حضرت مسوڑ بن مخزومہ اور عبدالرحمن بن اسودؓ کو بیچ میں ڈال کر اپنا قصور معاف کرایا۔ حضرت عائشہؓ نے اپنی قسم توڑنے کے کفارہ میں چالیس غلام آزاد کئے۔ انہیں جب یہ واقعہ یاد آتا تو روتے روتے آچل تر ہو جاتا۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اپنے رہنے کا مکان امیر معاویہؓ کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ انہیں جو قیمت ملی وہ سب راہ خدا میں دے ڈالی۔

ام المومنین دن رات کا زیادہ حصہ عبادت میں یا لوگوں کو مسائل بتانے میں صرف کرتی تھیں۔ ان کا دل مہر و محبت اور عفو و شفقت کا خزانہ تھا۔ دشمنوں اور مخالفوں تک کو معاف دیتیں۔ مشہور شاعر صحابی حضرت حسان بن ثابت نے واقعہ

اکھ میں غلط فہمی کی بناء پر حضرت عائشہؓ کو اس واقعہ کا بہت رنج تھا۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے حضرت حضرت حسان بن ثابت کو معاف کر دیا تھا اور ان کی بہت عزت کرتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ کے بعض رشتہ دار حضرت حسان کو واقعہ اکھ میں شرکت کی وجہ سے برا کہنا چاہتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ان کی سختی سے منع کیا اور فرمایا کہ ان کو برامت کہو، یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شعرائے مشرکین کو جواب دیتے تھے۔

معاویہ بن خدیج نے ان کے بھائی محمد بن ابی بکرؓ کو قتل کر دیا تھا اس لئے وہ ان سے کبیدہ خاطر تھیں لیکن جب انہوں نے سنا کہ میدان جہاد میں معاویہ کا سلوک اپنے ماتحتوں کے ساتھ بہت اچھا ہوتا ہے۔ کسی کا جانور مر جائے تو اسے اپنا جانور دے دیتے ہیں۔ کسی کا غلام بھاگ جائے تو اسے اپنا غلام دے دیتے ہیں اور سب لوگ ان سے راضی ہیں تو فرمایا استغفر اللہ جس شخص میں یہ اوصاف ہوں میں اس سے اس بنا پر ناراض نہیں رہ سکتی کہ وہ میرے بھائی کا قاتل ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ دعا مانگتے سنا ہے کہ ”خداوند! جو شخص میری امت کے ساتھ ملامت کرے تو بھی اس کے ساتھ ملامت کرے، جو اس کے ساتھ سختی کرے تو بھی اس پر سختی کرے۔“

ام المومنین کو غیبت اور بدگوئی سے

سخت اجتناب تھا ان سے مروی کسی حدیث میں کسی شخص کی توہین یا بدگوئی کا ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ وسعت قلب کا یہ عالم تھا کہ اپنی سوکنوں کی خوبیاں اور مناقب خوشدلی سے بیان کرتی تھیں۔

دل میں حد درجہ کا خوف خدا تھا۔ بعض اوقات عبرت پذیری کی کوئی بات یاد آجاتی تو بے اختیار روئے لگتی تھیں۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ میں کبھی سیر ہو کر نہیں کھاتی کہ مجھے روانہ آتا ہو، ان کے ایک شاگرد نے پوچھا، یہ کیوں؟ فرمایا، مجھے وہ حالت یاد آتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو چھوڑا، خدا کی قسم آپ نے کبھی سیر ہو کر روٹی اور گوشت نہیں کھایا۔

عبادت الہی سے بے انہما شغف تھا۔ فرض نمازوں کے علاوہ سنتیں اور نوافل بھی کثرت سے پڑھتی تھیں۔ تہجد اور چاشت کی نماز کا ساری عمر ناغہ نہیں کیا۔ رمضان کے روزوں کے علاوہ نفل روزے بھی بڑی کثرت سے رکھتی تھیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ہمیشہ روزے سے رہتی تھیں۔ حج کی شدت سے پابند تھیں۔ کوئی ایسا سال بہت کم گزرتا تھا جس میں وہ حج نہ کرتی ہوں۔ ایام حج میں ان کا خیمہ کوہ حرا اور شہر کے درمیان نصب ہوتا وہاں وہ حلقہ درس قائم کرتیں اور تشنگان علم جوق در جوق ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مسائل پوچھتے اور فیضیاب ہوتے تھے۔



اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

کے سنہرے واقعات

بیٹا ابوالقاسم کی بات مان لو

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف مسلمانوں پر شفیق اور مہربان تھے بلکہ جو آپ پر ایمان نہیں لائے تھے، ان کے ساتھ بھی عمدہ سلوک کرتے تھے۔ ایک یہودی لڑکا جس کا گھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے قریب ہی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ آپ کے چھوٹے چھوٹے کام کرتا۔ آپ کے لئے وضو کا پانی لے آتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر یا مسجد میں جانے لگتے تو آپ کے ظہن مبارک سامنے رکھ دیتا۔ کسی کو پیغام دینا ہوتا یا کسی کو کوئی چیز دینی یا لینی ہوتی تو یہ بھاگ کر جاتا اور آپ کا کام کر آتا۔ اس لڑکے کے نام کی وضاحت روایات میں نہیں آئی اور اس کا نام معلوم نہ ہونے سے کوئی فرق بھی نہیں پڑتا۔

ایک مرتبہ وہ یہودی لڑکا بیمار ہو گیا اور کئی روز تک آپ کی خدمت کے لئے نہ آسکا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے

ملاحظہ فرمایا کہ وہ لڑکا جو صبح و شام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، چند دنوں سے نظر نہیں آ رہا۔ اس کے بارے میں معلوم کروایا کہ وہ کہاں ہے؟ آپ کو بتایا گیا: وہ تو بیمار ہے، اپنے گھر میں بستر پر ہے۔ کائنات کی مصروف ترین ہستی کو جب معلوم ہوا کہ ان کا چھوٹا سا خادم بیمار ہے تو اس کے یہودی ہونے کے باوجود تیمارداری کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر تشریف لے جاتے ہیں۔

یہ سنہری حدیث جسے میں آپ سے بیان کرنے جا رہا ہوں، آپ اس میں بڑا خوبصورت واقعہ پڑھیں گے، اس کے راوی سیدنا انس بن مالکؓ ہیں۔ اسے امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح البخاری میں روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب اس کے گھر پہنچے تو اس یہودی لڑکے کا باپ بھی گھر میں موجود تھا، اس بچے کی خوش قسمتی کے کیا کہنے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تیمارداری کے لئے

تشریف لائے ہیں۔ یہ چار پائی پر لیٹا ہوا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سر ہانے بیٹھ جاتے ہیں۔ اسے شفقت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اس کا حال پوچھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا کہ اس بچے کا آخری وقت آچکا ہے۔ اس پر نزع کا عالم طاری ہے۔ ذرا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لوگوں سے محبت اور خیر خواہی ملاحظہ کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ یہ لڑکا دنیا سے جا رہا ہے۔ ہوسکے تو اسے عذاب جہنم سے بچانے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ اس کی زندگی کا چراغ گل ہونے سے قبل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کو مخاطب کیا اور فرمایا: ”اے بچے! لا الہ الا اللہ کہہ دو۔“

اس لڑکے نے جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی تو آنکھیں کھول کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ اور کودیکھا۔ آپ اس سے فرما رہے ہیں: کہو: اشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ۔

اس لڑکے نے اپنی کروت بدلی، اپنے چہرے کو اپنے قریب کھڑے والد کی طرف کیا اور سوالیہ نظروں سے والد کی طرف دیکھنے لگا۔ اجازت طلب کرنے لگا۔ اس کا باپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا تھا مگر وہ جانتا تھا کہ یہ سچے نبی ہیں۔ اپنے بیٹے سے کہنے لگا: ”ابوالقاسم کی بات مان لو۔“

محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہہ رہے ہیں اس پر عمل کرو۔ اس کے باپ نے جیسے ہی اجازت دی، لڑکے کے ہونٹوں سے آواز آنے لگی (اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ) ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔“

ادھر اس کی زبان سے یہ کلمات نکلے اور ادھر اس کی زندگی کے بقیہ لمحات تیزی سے ختم ہونے لگے۔ اس نے چند آخری سانسیں لیں اور اس دار فانی سے رخصت ہو گیا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر سے باہر تشریف لائے۔ آپ مطمئن ہیں، آپ اللہ کا شکر، اللہ کی حمد اور تشریف بیان کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں: ”اس اللہ کا شکر ہے جس نے میری وجہ سے اس لڑکے کو جہنم کی آگ سے بچالیا۔“ (صحیح البخاری، حدیث: ۱۳۵۶، وسنن ابی داؤد، حدیث: ۳۰۹۵، مسند احمد، ۲/۲۶۰، و سنن النسائی الکبریٰ، ۴/۳۵۶، ۵۵)

قارئین کرام! اس سے پہلے کہ ہم آگے بڑھیں، ذرا غور کیجئے کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کتنے اعلیٰ اخلاق والے تھے، آپ کتنے رحیم اور مشفق تھے کہ آپ مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ کافروں اور یہودیوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنے والے تھے۔ بدر کے قیدی آئے تو حکم دیا کہ ان کو اچھا کھانا کھلاتا ہے۔

اگر مریض ہے تو اس کی تیمارداری کر رہے ہیں اور انسانیت کی فلاح اور اس کی عزت و احترام اس حد تک ہے کہ آپ کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا تو آپ جنازے کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ ایک صحابی عرض کرتے ہیں: اللہ کے رسول! یہ تو یہودی کا جنازہ ہے۔ محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”کیا یہ انسان نہیں؟“ اور ایک دوسری حدیث کے مطابق اس وقت تک کھڑے رہے جب تک جنازہ نگاہوں سے اوجھل نہیں ہو گیا۔ (صحیح البخاری، حدیث: ۱۳۱۲، صحیح مسلم، حدیث: ۹۶۱)

یہودی لڑکا آپ کا خادم تھا۔ وہ کوئی امیر کبیر شخص نہ تھا اور نہ ہی کسی قبیلے کا سردار تھا۔ آپ کائنات کے باسیوں کو پوری نوع انسانی کو عملی سبق دینا چاہتے ہیں کہ اسلام میں اخلاق کس کو کہا جاتا ہے۔ اگر چھوٹا آدمی بھی بیمار ہو تو اس کی تیمارداری کرنی چاہئے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ سے فرما رہے ہیں: ”اپنے بھائی کی نماز جنازہ پڑھو۔“ یہ مسلمان ہے۔ اس کو آپ جنت کی بشارت پہلے ہی دے چکے ہیں: ”اس اللہ کا شکر ہے کہ جس نے میری وجہ سے اسے جہنم سے بچالیا۔“ (سنن الکبریٰ للنسائی: ۳۵۶/۴، والسننہ رک للحاکم: ۳۶۱/۳)

قارئین کرام! یہ ہمارے پیارے نبی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو لوگوں کو

جہنم سے بچا کر بہت خوش اور مطمئن ہوتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اسلام قبول نہیں کرتے ہیں تو آپ کی جو کیفیت ہے اسے سورہ کہف آیت نمبر ۶ میں پڑھ لیجئے۔

فلعلک باخع نفسك علی آثارهم ان لم یؤمنوا بهذا الحدیث اسفلا۔

”آپ شاید ان کافروں کے پیچھے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالیں گے اس غم سے کہ یہ لوگ اس قرآن پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔“

میں قریش کے خلاف پناہ نہیں دے سکتا

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا زید بن حارثہ کے ساتھ طائف سے واپس مکہ مکرمہ تشریف لائے تو شہر کے قریب حراء پہاڑ تک پہنچ کر رک گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں یہ بات آچکی تھی کہ کفار قریش پہلے سے بھی زیادہ آپ کے خلاف ہو گئے ہیں۔ ممکن ہے کہ انہیں اہل طائف کے ظالمانہ سلوک کا علم ہو چکا ہو، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب سمجھا کہ کسی کی پناہ حاصل کر کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوں۔

کفار مکہ کی خامیاں اپنی جگہ مگر ان کے ہاں پناہ دینے کا قانون موجود تھا۔ اگر کوئی بڑا شخص کسی کو پناہ دے دیتا تو اس کا احترام کیا جاتا، چونکہ یہ قانون شریعت سے نہیں ٹکراتا، اس لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اصول سے فائدہ اٹھانا چاہا۔

قارئین کرام! یہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فراست کو داد دیتے ہیں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلمان کی پناہ حاصل کرتے تو یہ اعلان جنگ کے مترادف بات ہوتی۔ بنو ہاشم بلاشبہ بڑا خاندان تھا اور وہ پناہ دے سکتا تھا مگر اس کے بڑے سردار ابوطالب تو وفات پا چکے تھے اور ان کے بعد ابولہب تھا جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شدید دشمن تھا، چنانچہ پناہ کا پیغام دینے کے لئے آپ نے بنو خزاعہ کے ایک شخص کو اپنا قاصد بنایا۔

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ ”میں تمہیں ایک پیغام دے کر بھیجوں تو کیا تم میری طرف سے وہ پیغام پہنچا دو گے؟“

اس نے جب ہامی بھری تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اغض بن شریک کی طرف بھیجا اور کہا کہ اس سے جا کر کہو کہ ”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا تم مجھے پناہ دو گے یہاں تک کہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں؟“ یہ بنو تقیف سے تعلق رکھتا تھا مگر قریش کی شاخ بنو زہرہ کا حلیف تھا۔ اغض کا جواب تھا: میں حلیف ہوں اور حلیف کسی قریشی کو قریش کے خلاف پناہ نہیں دے سکتا۔ اب آپ نے اپنی کوہل بن عمرو کے پاس بھیجا کہ شاید وہ پناہ دے دے، مگر اس نے بھی معذرت کر لی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اب مطعم بن عدی کی طرف پیغام بھیجاتے

ہیں۔ یہ بھی کے کا بڑا نمایاں شخص اور قبیلہ بنو نوفل بن عبد مناف کا سردار تھا۔ اپنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر گیا تو اس نے کہا: ٹھیک ہے، وہ تشریف لے آئیں۔ چنانچہ یہ رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطعم کے ہاں بسر فرمائی۔ مطعم نے اپنے بیٹوں اور قوم کو بلایا اور کہنے لگا: تم سب ہتھیار پہن لو اور بیت اللہ کے چاروں کونوں پر کھڑے ہو جاؤ۔ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دی ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زید بن حارثہ کے ساتھ بیت اللہ میں داخل ہوئے تو مطعم کے بیٹے اور قوم کے لوگ ہتھیار پہن کر کھڑے تھے۔ مطعم اپنی سواری کے اونٹ پر کھڑا ہوا گیا اور بلند آواز سے اعلان کیا: قریش کی جماعت! میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دے دی ہے۔ ہذا کوئی ان کی جھونہ کرے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کے پاس تشریف لائے، اسے بوسہ دیا، دو رکعت نماز ادا فرمائی، پھر اپنے گھر تشریف لے گئے۔ اس دوران میں مطعم اور اس کے بیٹوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاروں طرف سے حفاظتی گھیرے میں لے رکھا تھا۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ مطعم کے پناہ دینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ رات اسی کے ہاں گزاری۔ صبح کے وقت اس کے چہ یا

سات بیٹے اپنی گردنوں میں تلواریں لٹکائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور مسجد الحرام میں داخل ہوئے۔ کہنے لگے: آپ طواف کیجئے اور اپنی تلواروں کے پٹے لپیٹ کر، خوب چاق و چوبند ہو کر مطاف میں بیٹھ گئے۔ یہ منظر دیکھ کر ابوسفیان یا ابو جہل دونوں میں سے کوئی ایک مطعم کے پاس آیا۔

پوچھا: تم نے انہیں پناہ دی ہے یا ان کے پیروکار بن گئے ہو؟

مطعم نے جواب دیا: صرف پناہ دی ہے۔ ابوسفیان کہنے لگا: پھر تم سے بے وفائی نہیں کی جائے گی۔

ابوسفیان مطعم کے پاس بیٹھ گیا۔ اس دوران میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کھل کر لیا۔ جب آپ واپس تشریف لے جانے لگے تو سبھی آپ کے ساتھ آپ کے گھر تک گئے۔ ابوسفیان اپنی مجلس کی طرف چلا گیا۔

قارئین کرام! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار خوبیوں میں ایک خوبی یہ بھی تھی کہ آپ اپنے ساتھ اچھا سلوک کرنے والوں کو بھی نہیں بھولتے تھے۔ کسی شخص نے زندگی کے کسی حصے میں آپ کے ساتھ عمدہ سلوک کیا تو آپ نے اسے یاد رکھا اور مناسب وقت پر اس سے بڑھ کر بدلہ دیا، یہ اعلیٰ اخلاق کی بلند ترین منزل ہے۔

(بقیہ..... صفحہ ۲۰..... پر)

سوال و جواب

میں ہوا، تو جائداد میں مرحومہ بہن کا بھی حصہ لگے گا، جو اس کی لڑکی اور دوسرے ورثاء ہوں تو ان کو دے دیا جائے گا۔ (کامل وضاحت مرحوم کے ورثاء کی تفصیل جاننے کے بعد بتائی جاسکتی ہے)۔ جو بھائی جائداد میں شریعت کے مطابق حصہ دینا چاہتے ہیں وہ والد صاحب سے ملی ہوئی جائداد کے آٹھ حصے کر لیں جس میں ایک حصہ آپ کو دیدیں، ایک حصہ مرحومہ بہن کے ورثاء کو دے دیں اور چھ حصے خود لیں۔

(یوہیبکم اللہ فی اولادکم الآیہ) میں: غیر شادی شدہ شخص لفظ طلاق کہہ دے، اس کے دل میں یہ ہو کہ اگر میرا نکاح ہو تو بیوی کو طلاق تو کیا شادی کرنے پر بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی؟

ج: اس طرح کے خیال سے طلاق واقع نہیں ہوتی، البتہ اگر زبان سے یہ کلمہ ادا کرے کہ ”اگر میرا نکاح ہو تو بیوی کو طلاق تو کسی عورت سے نکاح کرنے پر طلاق پڑ جائے گی۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں صاف صاف آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت سے دل میں پیدا ہونے والے دوسوں کو درگزر فرما دیا ہے جب تک کہ اس پر عمل نہ کرے یا بول نہ دے۔ (شامی ۲/۴۵۰/رحیمہ ۳/۱۵۲)

میں: مسجد میں قصد اسونا یا آرام کرنے کی غرض سے جانا کیسا ہے؟

(بقیہ..... صفحہ..... ۳۹..... پر)

ج: اگر ایک یا دو آدمی نفل نماز کو جماعت سے ایک شخص کو امام بنا کر پڑھیں تو جائز ہے، تین شخص ایک کو امام بنا کر پڑھیں تو اختلاف ہے، چار ایک کو امام بنائیں کہ کل پانچ ہو جائیں تو مکروہ ہے، بقیہ دن میں نوافل میں قرأت آہستہ رکھنے کا حکم ہے۔ اگر عدا جہرا قرأت کی تو نماز واجب الاعادہ ہے، سجدہ سہو سے بھی تلافی نہیں ہو سکتی ہے، اور اگر سہوا جہرا کیا تو سجدہ سہو سے تلافی ہو سکتی ہے۔ (شامی ۱/۳۳۶)

میں: ہم تین بھائی اور دو بہن ہیں۔ بڑی بہن کی شادی ہوگئی، اس کی ایک لڑکی آج بھی موجود ہے جب کہ بہن کا انتقال ہو گیا ہے۔ بہن کی شادی اور لڑکی پیدا ہونے کے قریب چار سال بعد ہمارے والد کا بھی انتقال ہو گیا، اور والد کی جائداد تینوں بھائیوں میں بٹ گئی۔ اب ہمارے ایک بھائی والد کی جائداد میں سے ہمارا جتنا حصہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ہورہا ہو ہمیں دینا چاہتے ہیں۔ برائے مہربانی بتائیے کہ میرا کتنا حصہ ان ایک بھائی کے ذمہ ہے؟

ج: اگر والد کا انتقال پہلے ہوا اور بہن کا بعد

میں: میرے پاس کاشت کے لائق ایک زمین تھی جس پر آم کا باغ لگا دیا ہے، یہ باغ تقریباً آٹھ لاکھ کا بک جاتا ہے۔ اسی رقم کو باغ کے مصارف جو تائی اور کھاد وغیرہ میں بھی لگانا ہوں اور اسی سے لگان بھی ادا کرتا ہوں، آمدنی کے اعتبار سے زکوٰۃ بھی نکالتا ہوں، پھر جو چھتا ہے وہ لڑکوں کو بانٹ دیتا ہوں، کچھ اپنے پاس خرچ کے لئے بھی رکھتا ہوں، میں جو کچھ کرتا ہوں شرعاً ٹھیک ہے یا کچھ اور بھی کرنا ہے؟

ج: اگر باغ کی کھڑی فصل کسی تاجر کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں تو پھلوں پر عشر نہیں ہے، بلکہ اس کی جس آمدنی پر سال گزر جائے اس پر زکوٰۃ ہے، بقیہ جو رقم بچ جائے وہ آپ کی ہے آپ جس مصرف میں چاہیں لگا سکتے ہیں۔ لیکن اگر آپ پھل خود اتار کر بیچتے ہیں تو پھر اس میں عشر ہوگا یعنی اگر بیسپانی کردانی پڑتی ہے تو کل پیداوار کا بیسواں حصہ اور اگر بیسپانی نہیں کرنی پڑتی ہے تو کل پیداوار کا دسواں حصہ بطور عشر نکالنا ہوگا۔ (فتاویٰ تاتارخانیہ ۳/۲۸۳)

میں: اگر کسی نے نفل نماز دن میں پڑھائی اور اس میں جہرا قرأت کی تو نماز ہوگی یا نہیں؟

راہِ حق کے متلاشی ایک کیتھولک پادری کا سفر حیات

پادری کی ایک اور اہمیت اس حوالے سے بھی ہے کہ لوگ اس کے پاس آ کر اپنے پوشیدہ ترین گناہوں کا بھی اقرار کر لیتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ایسا کرنے سے ان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ چاہے وہ کتنے ہی بڑے اور کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔ اس عمل کو "Confession" کہتے ہیں۔

پادری ان کا اعتراف گناہ سن کر انہیں گناہ سے بریت اور جنت میں داخلے کی

خوشخبری کا تصدیق نامہ تمنا دیتا ہے انسان جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کو عام طور پر لوگوں سے چھپاتا ہے۔ مگر کیتھولک عیسائی اپنے پادریوں پر اتنا اعتماد کرتے ہیں کہ وہ ان کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیتے ہیں تاکہ وہ انہیں عذاب سے بچالے۔ یوں کیتھولک عیسائیوں کے نزدیک پادری کو بہت ہی خاص مرتبہ حاصل ہے جو "پوپ" کا نائب اور نمائندہ ہونے کے ناتے انہیں جہنم سے آزادی اور جنت میں داخلے کی نوید سنانے کا اختیار رکھتا ہے۔

"پوپ" کا نائب ہونا کوئی معمولی بات نہیں کیونکہ کیتھولک عیسائی "پوپ" کو زمین پر خدا کا نائب سمجھتے ہیں۔

اور یس تو توفیق کہتے ہیں کہ عیسائی معاشرے میں اتنی عزت ہونے کے باوجود میرادل اندر سے مطمئن نہیں تھا۔ دل میں ایک خلش سی رہتی تھی۔ ایسے جیسے کوئی کمی ہو اور بہت اکیلا پن محسوس ہوتا تھا۔ بلا آخر میں نے پادری کا منصب چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔

بلا خراہ حق کو پگیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت بخشی۔

یہ واقعہ ہے اور یس توفیق کا جو نہ صرف یہ کہ انگلستان کے ایک کٹر کیتھولک عیسائی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے بلکہ وہٹیکن، جو عیسائیوں کا مقدس مقام ہے اور جہاں ان کا سب سے بڑا مذہبی پیشوا "پوپ" رہتا ہے سے پادری بننے کے ۶ سال کا کورس کرنے کے بعد انگلستان میں ۹ سال تک بطور کیتھولک پادری اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔

اور یس توفیق بتاتے ہیں کہ وہ پادری ہونے کی حیثیت سے بہت خوش و خرم زندگی گزار رہے تھے۔ معاشرے میں انہیں ایک معزز و مکرم مقام حاصل تھا۔ لوگ ان کی بہت عزت کرتے تھے اور وہ بحیثیت پادری شادی بیاہ، موت اور بچوں کو مقدس پانی چھڑک کر باقاعدہ عیسائی بنانے کی رسم سمجھتے تھے جیسے امور انجام دینے کی وجہ سے لوگوں کی مذہبی اور سماجی زندگی میں بے حد دخل تھے۔ کیتھولک عیسائیوں کی زندگی میں

فرعون اہرام اور ابوالہول کی پراسرار سرزمین مصر کے جس ہوٹل میں وہ ٹھہرا ہوا تھا اس ہوٹل کے باہر ایک چھوٹا سا انتہائی غریب مصری بچہ فروخت کرتا تھا۔ بچے کے پیروں میں ٹوٹی پھوٹی پلاسٹک کی چپل ہوتی تھی اور وہ ایک یوسیدہ سا چوخہ نما لباس پہنے ہوئے ہوتا تھا۔ وہ جب بھی ہوٹل آتے جاتے اس بچے کو دیکھتا تو وہ پچہ اسے بہت خوش دلی کے ساتھ مسکراتے ہوئے "السلام علیکم" کہتا۔ جواب میں جب وہ اس کا حال احوال پوچھتا تو وہ پچہ ہنستے مسکراتے چہرے کے ساتھ "الحمد للہ" کہتا۔ وہ اس بچے کے قلبی اطمینان پر حیران سا رہ جاتا اور حسرت سے سوچتا کہ وہ کیا ایسی بات ہے جس نے اس غریب مصری بچے کے دل کو سکون کی دولت سے مالا مال کر رکھا ہے۔ جب کہ وہ خود مغرب کے ایک ترقی یافتہ معاشرے کا معزز و محترم فرد ہونے کے باوجود اس نعمت سے محروم ہے۔

اسی خلش کو دور کرنے کی جستجو میں وہ

۳۷

۱۰ ماہنامہ رضوان اکتوبر ۲۰۱۷ء

گو میرے اس فیصلے پر میرا خاندان بہت اداں تھا مگر انہوں نے میرا ساتھ دیا۔

پادری کا منصب چھوڑنے کے بعد خود ادریس توفیق بھی افسردہ تھے۔ اپنے اسی ذہنی دباؤ سے نجات پانے کے لئے انہوں نے سوچا کہ کہیں جا کر چھٹیاں گزارنی چاہئیں تاکہ تازہ دم ہو سکیں۔ ان کے پاس پیسے ذرا کم تھے کیونکہ وہ بے روزگار ہو چکے تھے۔ سو انہوں نے انٹرنیٹ پر تلاش کرنا شروع کیا کہ وہ کون سے ممالک ہیں جہاں وہ نسبتاً کم خرچ میں تعطیلات گزار سکتے ہیں۔ اس تلاش کے نتیجے میں انہیں معلوم ہوا کہ مصر ایسا ملک ہے جو نہ صرف سستا ہے بلکہ انگلستان کے دھوپ کو ترسے لوگوں کے لئے اس میں ایک کشش یہ بھی ہے کہ وہاں دن بہت روشن ہوتے ہیں اور سورج پوری آب و تاب سے چمکتا ہے۔

ادریس توفیق اس وقت تک ۵۰ سال کے ہو جانے کے باوجود کسی مسلمان سے باضابطہ طور پر نہیں ملے تھے۔ مسلمانوں کے بارے میں ان کی تمام تر معلومات صرف میڈیا کی خبروں تک محدود تھیں۔ میڈیا سے ملنے والی اس آگاہی کے نتیجے میں انہیں مسلمانوں کے بارے میں صرف یہ پتا چلا کہ وہ لوگوں کے ہاتھ کاٹ دیتے ہیں۔ بارود باندھ کر اپنے آپ کو دھماکے سے اڑا لیتے ہیں اور خواتین کو مارتے پیٹتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سب باتیں مسلمانوں کے بارے میں منفی تاثر ابھارتی ہیں۔ تو ادریس توفیق بھی مسلمانوں کو ایسا ہی سمجھتے تھے مگر

اپنے مصر میں قیام کے دوران انہیں عام مسلمانوں میں گھٹنے ملنے اور ان کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملا اور خاص طور پر اس نوعمر بچے جس کا ذکر اوپر آیا ہے، کے طرز عمل نے تو ان کے دل پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ وہ بتاتے ہیں کہ مصر بچنے پر انہیں کوئی بھی مسلمان ہاتھ میں تلوار یا بندوق پکڑے نہکھوتا ہوا انہیں ملا جیسا کہ وہ توقع کر رہے تھے بلکہ وہ تو بہت اچھے اور ایماندار لوگ تھے جو مغرب میں رہنے والے کسی بھی انسان کی طرح صحیح اپنے اپنے کاموں پر روانہ ہو جاتے تھے تاکہ اپنے بچوں کا پیٹ پال سکیں۔

ادریس توفیق کے بقول مصر میں مسلمانوں کا رہن سہن، ان کی عادات و اطوار، ان کا طرز عمل دیکھ کر ان کا مسلمانوں کے متعلق وہ تاثر زائل ہو گیا جو میڈیا کی وجہ سے ان کے ذہن میں بنا ہوا تھا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ مسلمان بہت اچھے، خوش اخلاق اور ملسار لوگ ہوتے ہیں اور زندگی کے ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں۔

اس سب کے باوجود بھی ادریس توفیق کا اسلام قبول کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ مصر میں اپنی تعطیلات گزار کر واپس انگلستان آگئے اور لندن کے اس اسکول میں بحیثیت ایک مذہبی استاد ملازمت اختیار کر لی۔ اس اسکول میں مسلمان طلبہ بھی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ادریس توفیق نے ایک کیتھولک پادری کے طور پر صرف عیسائیت کو پڑھا ہوا تھا مگر اب اپنی ملازمت کی ذمہ

داریوں کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے دیگر مذاہب مثلاً یہودیت، اسلام وغیرہ کو بھی پڑھنا شروع کیا تاکہ انہیں اپنے مضمون، علم الہیات، پر اتنی دسترس ہو سکے کہ وہ اپنے طلبہ کو اچھی طرح لیکچر دے سکیں۔ اپنے مضمون کے اسباق کی اس تیاری کے لئے کئے گئے مطالعے کے دوران انہیں صحیح طرح اسلام کی تعلیمات کو جاننے کا موقع ملا اور یوں جتنا زیادہ انہوں نے اسلام کو پڑھا اتنا ہی وہ ان کے دل میں گہر کرنا چلا گیا۔

اسی دوران رمضان شریف کا مہینہ شروع ہو گیا۔ پورے اسکول میں صرف ادریس توفیق کے کمرے میں قالین بچھا ہوا تھا۔ اسکول کے مسلمان طلبہ نے ان سے اجازت مانگی کہ وہ ان کے کمرے کو عبادت کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ ادریس توفیق نے ہیڈ ماسٹر سے پوچھ کر انہیں اجازت دے دی لیکن ہیڈ ماسٹر نے ادریس توفیق کو پابند کیا کہ جب بھی مسلمان طلبہ عبادت کریں تو وہ کمرے میں موجود رہیں۔ ادریس توفیق نے ایسا ہی کیا۔ جب طلبہ عبادت میں مصروف ہوتے تو وہ ان پر دھیان دینے کے بجائے پیچھے بیٹھ کر کتابیں پڑھتے اور اپنا لیکچر تیار کرتے رہتے۔ کچھ دنوں بعد ایسا ہونے لگا کہ وہ لیکچر تیار کر کے فارغ ہونے کے بعد ان مسلمان طلبہ کو دیکھنے لگتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ انہیں ان طلبہ کا طریقہ عبادت بہت پسند آیا۔ انہوں نے ان سے پوچھا کہ وہ عبادت کے دوران

چ : مسجد میں متکف اور مسافر کے علاوہ اوروں کو سونے کی اجازت نہیں ہے، باہر جگہ نہ ہو تو مسافر، امام، مؤذن، خادم مسجد و مگران مسجد مسجد میں سو سکتے ہیں، دوسروں کو کبھی کبھار مسجد میں سونے کی ضرورت پیش آجائے تو اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں داخل ہوں اور تھوڑی دیر تو اہل اور اللہ کے ذکر میں مشغول رہنے کے بعد سوئیں، لیکن دوا می طور پر مسجد میں سونے کی عادت کر لینا اور مسجد کو خواب گاہ بنالینا ممنوع ہے۔ (شامی-۱/۲۸۹، ہندیہ-۵/۳۳۱/رجحہ-۶/۹۷)

س : نماز کے اوقات کے علاوہ میں مسجد کا پگھا وغیرہ چلانا کیسا ہے؟
 چ : جن لوگوں کو مسجد میں ٹھہرنے کی اجازت ہے ان کیلئے نماز کے اوقات کے علاوہ میں بھی پگھا وغیرہ چلانا جائز ہے۔ بقیہ لوگوں کیلئے کرنا ممنوع ہے۔ تو ان کیلئے ان چیزوں کا استعمال بھی ممنوع ہے۔ (ہندیہ-۵/۳۲۲، احسن الفتاویٰ-۶/۳۳۶)

س : مسجد کا کوئی بھی سامان باہر لے جا کر اپنے ذاتی کام میں استعمال کرنا کیسا ہے؟
 چ : ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ (ہندیہ-۱/۱۱۰، احسن الفتاویٰ-۶/۳۵)
 س : کیا بینک سے ملا ہوا سود اکم ٹیکس میں دیا جاسکتا ہے؟
 چ : سرکاری بینکوں سے ملا ہوا سود اکم ٹیکس میں دیا جاسکتا ہے، لیکن غیر سرکاری بینک کا سود نہیں دیا جاسکتا۔ (رجحہ-۲/۱۹۲)

گرمی کر رہے ہیں تو پھر اس پر اسلام کو کیسے اہرام دیا جاسکتا ہے؟ عام مسلمان جو اکثریت میں ہیں وہ اسلام پر صحیح طرح عمل کرتے ہیں اور کسی بھی قسم کے تشدد کو رد نہیں سمجھتے۔

ایک انٹرویو کے دوران اور لیس توفیق نے کہا کہ دہشت گردی کے ضمن میں اسلام کے منفی اور منسج شدہ تصور کو پیش کرنے میں سبقت لے جانے کے لئے ایسے کسی چھوٹے سے چھوٹے واقعہ کو بھی بڑھا چڑھا کر ”بریکنگ نیوز“ کے طور پر پیش کرتا اور معاملے کو اچھالتا ہے۔ انہوں نے سوال اٹھایا کہ کیا اسلام کی وہ باتیں جو اسلام کی اصل روح کو ظاہر کرتی ہیں میڈیا نے کبھی اپنی زینت بنائیں؟ کیونکہ میڈیا ان میں اپنے مطلب کا کچھ مریج سال نہیں پاتا۔

بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ کے لئے اور لیس توفیق نے آئر لینڈ کے آرچ بپ سے بھی ملاقات کی۔

اسلام کا یہ داعی گزشتہ سال فردری میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملا، جس نے اس پر اپنی خاص رحمت اور مہربانی کرتے ہوئے راہ ہدایت نصیب کی تھی اور اپنے راستے کے لئے جن لیا تھا۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ہم جدی پشینی مسلمانوں کو بھی توفیق دے کہ ہم اسلام پر اس کی صحیح روح کے مطابق عمل کریں اور دوسرے لوگوں تک بھی اس کے پیغام کو پہنچائیں۔ آمین

○○○

کیا پڑھتے ہیں؟ مسلمان طلبہ نے بتایا کہ وہ نماز میں قرآن پاک کی تلاوت اور کچھ عربی دعائیں پڑھتے ہیں۔ اس پر اور لیس توفیق نے انٹرنیٹ پر ان کا ترجمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ جیسے جیسے وہ قرآن پاک اور اسلام کے بارے میں پڑھتے گئے ویسے ہی وہ آہستہ آہستہ اسلام کی طرف راغب ہوتے چلے گئے اور بالآخر اسلام قبول کر لیا۔

اس کے بعد وہ اسلام کے مبلغ اور داعی بن گئے اور جگہ جگہ اسلام کے بارے میں لیکچر دینے لگے۔ اسی سلسلے میں ان کا آئر لینڈ جانا ہوا جہاں کے ایک مشہور ریڈیو شو میں انہوں نے شرکت کی جس میں سننے والے لائیو کا ترجمہ بھی کرتے ہیں۔ اس شو کے دوران جب ایک خاتون نے کال کر کے ان سے پوچھا کہ کیا وہ سارے آئر لینڈ کو دہشت گرد مسلمان بنانے کے لئے آئے ہیں تو انہوں نے اسے انتہائی تسلی بخش جواب دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ”اسلام دہشت پسند نہیں بلکہ امن اور سلامتی کا دین ہے۔ جو ایک دوسرے سے ملنے وقت بھی ”السلام علیکم“ کی دعا کے ذریعہ دوسروں پر سلامی بھیجنے کی دعا کی تلقین کرتا ہے۔ میں یہاں کسی کو مسلمان کرنے نہیں بلکہ اسلام کی حقیقی تصویر دکھانے کے لئے آیا ہوں۔ آئر لینڈ میں جو کچھ عیسائی ایک دوسرے کے ساتھ قومیت کے نام پر کر رہے ہیں تو کیا اس کے لئے عیسائیت کو مورد الزام ٹھہرایا جاسکتا ہے؟ اسی طرح اگر دنیا میں کچھ لوگ اسلام کے نام پر قتل و غارت

آخرت میں اس کا اجر و ثواب ملے گا تو جن لوگوں کی دعا دنیا میں قبول ہوئی تھی وہ یہ تمنا کہیں گے کہ کاش! ہماری کوئی دعا دنیا میں قبول نہ ہوتی اور ہمیں اس کا اجر آخرت میں ملتا۔ (کنز العمال - ۲/۵۷)

ایک بدو کا اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا

ایک مرتبہ میں حرم کے دروازے پر کھڑا تھا اور لوگ دعا مانگنے میں مشغول تھے ایک بدو آیا اور زور سے بلند آواز میں کہا "اللہم اغفر لی، و ان لم تغفر لی فمن یغفر لی؟" (ترجمہ: اے اللہ مجھے معاف کر دے اگر تو نہیں معاف کرتا تو پھر کون معاف کرے گا؟) اور بھرونا شروع کر دیا اور اس کا ایسا اثر ہمارے اوپر ہوا کہ ہم سب اس کے ساتھ روئے، اس نے تمام افراد کو رلا دیا۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے رونا اور خشیت

ہمارے شیخ حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ روتے تھے اور ہر نماز میں ان کا یہی عمل ہوتا تھا اور جب دعا مانگتے تو رورور کر ایسے یقین کی کیفیت کے ساتھ دعا مانگتے کہ دیکھنے والے کو رشک آجاتا اور کبھی کبھار دعا میں زور سے کہتے کہ "یا اللہ! یہ کام کر دے"، "یا اللہ! یہ کام کر دے" اور اس کو دو تین دفعہ دہراتے۔

ہمارے شیخ کا حضرت تھانویؒ کے ساتھ تعلق

جب ہمارے شیخ حضرت تھانویؒ کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہاں بھی روتے اور بہت زیادہ روتے، مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے شیخ دونوں اکٹھے حضرت کی مجلس میں جاتے تھے، کبھی اگر مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکیلے تشریف لے جاتے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پوچھتے کہ ہماری مجلس کی رونق کو تم لائے نہیں۔ حضرت حکیم الامت ان کو بگناہ (بہت رونے والا) کہا کرتے تھے۔

گزارش

بس میری آپ حضرات سے یہ گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو تلاش کرنے میں مجاہدات سے مت گھبراؤ، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ان مجاہدات کے عوض میں ایسی راحت عطا فرمائیں گے کہ مجاہدات کی تکالیف اس کے سامنے کافور ہو جائیں گی، اس میں یہ بھی نہیں کہ قریشی کونوازیں گے اور حبشی کو نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ تو سب کونوازیں ہیں تو پھر اس کی طرف بڑھو اور اس سے مانگو۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو کچھ ہی عرصے کے بعد مطعم کا انتقال ہو گیا۔

مطعم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف سے واپسی پر پناہ دینے سے کہیں پہلے بائیکاٹ کی ظالمانہ دستاویز کو چاک کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا تھا، یہی وجہ ہے کہ جب اس کا انتقال ہوا تو سیدنا حسان بن ثابتؓ نے اس کا مرثیہ پڑھا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مطعم بن عدی کے احسانات کا بدلہ اس طرح دیا کہ غزوہ بدر میں مشرکین کے ستر قیدی مدینہ طیبہ آئے تو آپ نے ان قیدیوں کے بارے میں فرمایا: "اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ مجھ سے ان بدبودار لوگوں کے بارے میں بات کرتا تو میں اس کی خاطر انہیں چھوڑ دیتا۔" (صحیح البخاری، حدیث: ۳۱۳۹، و سنن ابی داؤد، ۲۶۸۹، والسیرة النبویة لمہدی رزق اللہ، ۲۲۶، ۲۳۰، والہدایۃ والنہایۃ: ۳/۳۸۴، الرجیح النخوم: ۱۵۲، والسیرة النبویة للمصلاہی: ۱/۳۶۰، ۳۶۵)

قارئین کرام! اس کو کہتے ہیں اخلاق، یہ ہے مروت جس کسی نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان کیا، آپ نے اس سے بڑھ کر بدلہ دیا۔ آپ کے اسی اخلاق نے آپ کے دشمنوں تک کو آپ کا گرویدہ بنا دیا تھا۔

اب تو اشرف کی کیفیت باقی نہیں رہی

کھانے کو صوفیاء منع کرتے ہیں، اس لئے میں اسے نہیں کھا سکتا، شاگرد بھی، باکمال اور نکتہ شناس تھے، فوراً کھانا اٹھالیا، واپس لے آئے اور لمحہ بھر رک کر دوبارہ اس کھانے کے ساتھ میر مبارک کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ جب میں نے اس کھانے کو اٹھالیا تو یقیناً آپ کو یہ امید نہ رہی ہوگی کہ میں اسے دوبارہ آپ کے پاس لاؤں گا، پس اب ”اشرف“ کی کیفیت باقی نہیں رہی، استاذ نے شاگرد کی اس سمجھ داری کی داد دی اور پھر پوری رحمت سے کھانا تناول فرمایا۔ (ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت ۳۹)

یہ کہنا تو مبالغہ ہوگا کہ آپ دینی مدارس کے تمام اساتذہ سے میر مبارک کے کردار کی توقع رکھیں، لیکن یہ ضرور ہے کہ ایک اچھی چیز کی سطح گر بھی جائے تب بھی اس کا ایک معیار ہوتا ہے، اس لئے یہ ایک حقیقت ہے کہ آج بھی زیادہ تر دینی مدارس کے اساتذہ اجرت کے بجائے ”اجر“ پر نظر رکھنے، تعلیم کو ایک مقدس فریضہ سمجھنے اور طلباء سے محبت و شفقت کا برتاؤ کرنے کی جو روایت باوجود سارے انحطاط کے ان مدارس میں پائی جاتی ہے، شاید ہی کہیں اور اس کی مثال مل سکے۔ ضرورت ہے کہ علماء مدارس کے اساتذہ اسلاف کی ان روایات کو مزید زندہ و تابندہ رکھیں اور اپنی شان خود داری کو باقی رکھیں۔ اس پر آج آنے دیں۔ ○

ذیل میں ایک واقعہ جو بہت پہلے کانٹھیں، ماضی قریب کا ہے، ذکر کیا جا رہا ہے، سید محمد مبارک محدث بلگرامی، مولانا نور الحق (مصنف تیسیر القاری شرح فارسی صحیح بخاری) کے شاگردوں میں تھے، ان کے بارے میں میر طفیل محمد بلگرامی نے نقل کیا ہے کہ ایک روز میں میر مبارک کی خدمت میں حاضر ہوا، میر مبارک وضو کے لئے اٹھے اور اچانک گر پڑے، ایک گھنٹہ کے بعد افاقہ ہوا، میر طفیل محمد نے بے ہوشی کی وجہ دریافت کی بہت اصرار کے بعد فرمایا: ”تین دن سے کوئی غذا میسر نہیں آئی ہے، لیکن نہ کسی کے سامنے زبان سوال کھولی اور نہ ہی قرض لیا، میر طفیل محمد فوراً گھر گئے، عمدہ کھانا جو آپ کو مرغوب تھا تیار کرایا اور خدمت میں پیش کیا، میر مبارک نے تو پہلے خوشی ظاہر کی اور دعائیں دیں، پھر فرمایا کہ بار خاطر نہ ہو تو ایک بات کہوں اور وہ یہ کہ جب تم میری یہ کیفیت دیکھ کر گئے تو مجھے خیال ہوا کہ تم میرے لئے کھانا لانے گئے ہو، اسی کو ”اشرف“ کہتے ہیں اور ایسے

استاذ کی اہمیت اور اس کے مقام کی رفعت کے لئے یہی بات کافی ہے کہ قرآن مجید نے امت سے رسول اللہ ﷺ کی جس نسبت کو سب سے زیادہ نمایاں کیا ہے، اور اس کا بار بار ذکر کیا ہے وہ یہی ہے کہ آپ اس امت کے معلم ہیں اور خود آپ نے اپنی نسبت فرمایا کہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ ”انما بعثت معلما۔“

انسان کی شخصیت سازی میں بنیادی اور اہم کردار استاذ اور مربی کا ہوتا ہے، قناعت، تکلفات سے دوری، سادگی اور توکل علی اللہ دینی مدارس کے ان اساتذہ کا خاص وصف رہا ہے، یہی وصف ہے جو ان کے شاگردوں کی نگاہ میں محبوب بنا دیتا تھا، اگر اس سلسلہ میں واقعات لکھے جائیں تو ایک اچھی خاصی ضخامت کی کتاب بھی تنگ دامانی کا شکار ہو کر رہے گی، (الحمد للہ اس موضوع پر یعنی علماء حق کی بے نیازی پر ضخیم کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ مولانا حبیب الرحمن خان شیردانی کی کتاب ”علماء سلف“ اس موضوع پر بہترین کتاب ہے)

हमारी हिन्दी पुस्तकें

| किताब का नाम | लेखक | मूल्य |
|---|--------------------------------------|----------------|
| मन्सबे पैगम्बरी | मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी | 100.00 |
| नबियों के किस्से १,२ | मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी | 120.00 |
| नबी-ए-रहमत | मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी | 250.00 |
| दस्तूरे हयात (जीवन का पथ-प्रदर्शक) | मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी | 70.00 |
| सभ्यता और संस्कृति पर इस्लाम की..... | मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी | 70.00 |
| भारतीय मुसलमान एक दृष्टि में | मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी | 80.00 |
| मदीने की डगर | मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी | 70.00 |
| मानवता का संदेश | मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी | 50.00 |
| मानवता का स्तर | मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी | 50.00 |
| जग के मोहसिन | मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी | 10.00 |
| अच्छे-अच्छे नाम अल्लाह के | मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी | 25.00 |
| इस्लाम मुकम्मल दीन मुस्तकिल..... | मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी | 10.00 |
| निशाने राह | मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी | 10.00 |
| नारी की प्रतिष्ठा और उसके..... | मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी | 10.00 |
| हिन्दुस्तानी मुसलमानों से साफ..... | मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी | 10.00 |
| इस्लाम एक परिचय | मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी | 40.00 |
| नौजवानों के नाम | मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी | 10.00 |
| इस्लाम क्या है? | मौलाना मनजूर नोमानी | 60.00 |
| आदर्श शासक | मौलाना अब्दुससलाम किदवाई नदवी | 35.00 |
| तूफान से साहिल तक | मोहम्मद असद | 50.00 |
| समान सिविल कोड | मौलाना सैय्यद मोहम्मद राबे हसनी नदवी | 10.00 |
| मुहम्मद सल्लल्लाहु अलैहि वसल्लम | मौलाना सैय्यद मोहम्मद राबे हसनी नदवी | 250.00 |
| तोहफ-ए-रमजान | मौलाना सैय्यद मोहम्मद राबे हसनी नदवी | 40.00 |
| हमारे हुजूर | अमृतुल्लाह तसनीम | 20.00 |
| इस्लाम और इस्लामी..... | मौलाना इलियास नदवी भटकली | 35.00 |
| सीरत सुलतान टीपू शहीद | मौलाना इलियास नदवी भटकली | 220.00 |
| Total | | 1705.00 |
| Rate After Disc & Includign Postal Charges | | 900.00 |

मजलिस तहकीक़ात व नशरियाते इस्लाम
 पो० ब० न०: 93- नदवा कैम्पस नदवतुलउलमा, लखनऊ
 फोन न० : 0522.2741539
 मोबाइल न० : 9889378176
 इ-मेल : airpnadwa@gmail.com